بفیضانِ نظر: مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بانیِ ادارہ: مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

محسنِ ادارہ: الحاج شفیع محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

ISBN 978-969-9266-04-1

مفکرِ اسلام امام احمد رضا حنفی کے اصلاحی و تحقیقی افکار کا ترجمان

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 31 شمارہ: 06

جون ۲۰۱۱ء / جمادی الثانیۃ ۱۴۳۲ھ

مدیرِ اعلیٰ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

نائب مدیر: پروفیسر دلاور خاں

حُسنِ ترتیب

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

25- جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com

ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

ہدیہ فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/300 روپے

رجسٹرڈ ڈاک سے: -/600 روپے

بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ ﴿ادارہ﴾

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابل قبول نہیں۔ ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214 حبیب بینک لمیٹڈ پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

اپنی بات
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

مدیرِ اعلیٰ: صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری

قارئینِ کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

راقم ایک طویل عرصے کی غیر حاضری کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ اس دوران متعدد آزمائشوں اور بیماریوں میں مبتلا ہوا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے فضل و کرم اور آپ جیسے محبین کی دعاؤں کی بدولت الحمدللہ اب روبہ صحت ہے۔ احقران تمام حضرات گرامی کا جنھوں نے پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، ابوظہبی، مدینہ شریف، دبئی، قاہرہ، جنوبی افریقہ، انگلینڈ اور امریکہ وغیرہ سے فقیر کی طبیعت پوچھی، مسلسل دعاؤں میں یاد رکھا فرداً فرداً شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ ان تمام محبین و مخلصین کو جزائے خیر عطا فرمائے! آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ راقم ان تمام قارئین کرام کا بھی ممنون ہے جنھوں نے فقیر کی صحتیابی کے لیے دعا فرمائی اور ساتھ یہ تقاضا بھی کیا کہ یہ ناچیز دوبارہ معارفِ رضا کا اداریہ لکھنا شروع کرے۔ سوالحمدللہ آج یہ احقر ان کی اس نیک خواہش کی تکمیل کی سعی کر رہا ہے اور عنوان ہے ادارے کی خوب سے خوب تر کی طرف پرواز۔ مفکرِ اسلام امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی قدس اللہ سرہ السامی تیرھویں صدی، ہجری کی آخر اور چودھویں صدی ہجری کی ابتداء میں برصغیر جنوبی ایشیا کے افق پر ایک ایسی یگانۂ روزگار شخصیت بن کر ابھرے کہ جن کی جلالتِ علمی کے آفتاب کے سامنے بڑوں بڑوں کے چراغ ٹمٹمائے نظر آتے ہیں۔

ان کے صحت یافتہ علماو مشائخ ان کے تلامذ و خلفا اور ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے، بلکہ ان کے مسلک و عقیدہ سے بعض اختلاف رکھنے والے سبھی اس بات کے معترف نظر آتے ہیں کہ امام احمد رضا کی شخصیت تین عناصر کا مرکب تھی: علم، عمل اور عشقِ رسول ﷺ۔

قرآنِ حکیم نے ایسے جامع علم و عمل اور عشق صادق شخصیت کو ''اھل الذکر'' کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے۔ (النحل ۱۶/ ۴۳)۔ یعنی طالب جونسا علم چاہے جتنا چاہے، ان سے حاصل کرلے اور جس لاینحل مسئلہ کا جواب چاہے فوری طور پر مل جائے وہ قرآن کریم کے قاری ہی نہیں تھے بلکہ اس کے عامل بھی تھے۔ ان کے کردار و گفتار اور تحریر و تقریر میں ان کو دیکھنے اور پڑھنے والوں کو ہر لحظہ ایک نئی شان اور نئی آن نظر آتی ہے۔ علامہ اقبال نے شاید انہی کے لیے یہ اشعار کہے ہیں:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے فہم دین و دنیا کی اساس عشقِ رسول ﷺ کو قرار دیا۔ اسی فکر و فلسفہ کے تحت وہ مسلمانانِ عالم کو ایک زندہ و پائندہ امت دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہزار سے زائد مقالات و تصانیف کے ذریعہ اپنے اسی فکر و فلسفہ کے نشور نما کی اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کی سعی و کاوش کی۔ لہٰذا عقائد و نظریات کا معاملہ ہو یا تعلیم و تعلّم کا سیاسیات و مدنیات کا ہو یا معیشت و معاشرت اور صحافت و ادبیات کا، ہر محاذ پر ان کی بطریق احسن رہبری و رہنمائی میں اسی فکر و فلسفہ کی روح کار فرما ہے۔

علم، عمل اور عشقِ رسول ﷺ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے انہی گوشوں سے دنیائے علم کو روشناس کرانے اور ان کی تعلیمات اور نظریہ تعلیم کو جدید عصری تقاضوں کے مطابق فروغ دینے کے لیے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (پاکستان) کا ۱۹۸۰ء میں قیام عمل میں آیا جس کے بانی وصدر اوّل حضرت سید ریاست علی قادری تھے اور سرپرستِ اول ماہر رضویات، مسعود ملت حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ اس کی تفصیل ادارے کی طرف سے شائع شدہ کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کارواں میں فقیر بھی ایک بنیادی رکن و خادم کی حیثیت سے شامل ہوا۔ اوائل میں ادارے کی کوئی باقاعدہ تنظیمی شکل نہیں تھے۔ حضرت سید ریاست علی

قادری علیہ الرحمۃ کا گھر اس کا دفتر تھا۔ مختلف کتب مختلف حضرات کے گھر میں بکھری ہوئی تھیں۔ کوئی مرکزی لائبریری بھی نہ تھی۔ بہرحال اہم بات یہ تھی کہ امام احمد رضا کی علمی فتوحات پر کام کی ابتدا ہو چکی تھی امام ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نایاب کتب اور مخطوطات کی تلاش و جستجو، بازیابی اور پھر ان کی ادارے کے دفتر (مولانا سید ریاست علی رحمہ اللہ) کے گھر تک ترسیل کے مراحل طے ہو رہے تھے۔ اول ۱۹۷۹ء میں سید صاحب مرحوم مغفور بریلی شریف سے مولانا ریحان رضا علیہ الرحمۃ کی معرفت نایاب اور مخطوطہ کتب حاصل کر کے پاکستان لائے۔ پھر راقم ۱۹۸۰ء میں حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے بریلی شریف حاضرِ خدمت ہوا۔ واپسی پر کچھ مخطوطات اور نایاب کتب لایا۔ دوسری بار ۱۹۸۱ء میں حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد گیا اس بار ہمیں زیادہ فتوحات ہوئیں۔ ۱۹۸۲ء میں ہم نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی فکر و تعلیمات ایک نئی سمت میں روشناس کرانے کی کوشش کی یعنی پرنٹ میڈیا اخبارات و جرائد میں۔ اس وقت ہمیں پہلی بار یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ صحافت کی دنیا میں آنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے پاس ایک باقاعدہ رجسٹرڈ دفتر ہو ایک منظم طریقہ پر ادارہ کو چندے کے لیے ضروری ہے کہ ویلفیر سوسائٹی ایکٹ کے تحت اسے رجسٹر کرایا جائے چنانچہ برنس روڈ کراچی پر ایک دفتر خریدا گیا اور ادارے کو سوسائٹی ایکٹ کے تحت اسی پتہ پر رجسٹرڈ کرایا گیا اور تقسیم کار کے ساتھ باقاعدہ ایک ٹیم ورک کا آغاز ہوا۔ یومِ رضا (۲۵صفر) کے موقع پر پاکستان کے تمام معروف اخبارات و جرائد میں امام احمد رضا کی شخصیت کے مختلف گوشوں کے حوالے سے نامور شخصیات، علما و اسکالرز حضرات کے مقالہ جات پر مشتمل خصوصی ایڈیشن شائع کروانے کا اہتمام کیا جانے لگا جو بحمد اللہ گزشتہ ۳۰ برسوں سے اب تک جاری ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ ہمارے اس عمل کو عوام و خواص میں بڑی پزیرائی ملی اور اب یہ تجاویز آنے لگیں کہ الیکٹرونک میڈیا (اس زمانے میں صرف پاکستان ٹیلیوژن کی نشریات ہوتی تھیں) میں بھی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پر پروگرام نشر ہونے چاہییں۔ اسی دوران پاکستان ٹیلی وژن نے اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کے حوالے سے ۵ منٹ دورانیہ کے دو مختصر پروگرام ''اس ہفتہ میں'' کے عنوان کے تحت وقفہ وقفہ سے نشر کیے، جن میں بحیثیت مقالہ نگار جناب مولانا حسن مثنّٰی ندوی اور ریسرچ اسکالرز نظام الدین بیگ مرحوم شریک ہوئے ان پروگرام کے نشر ہونے سے ہماری ہمت افزائی ہوئی چونکہ راقم مختلف مذہبی پروگراموں میں پی۔ٹی۔وی پر جایا کرتا تھا اور وہاں کے کچھ پروڈیوسر حضرات سے شناسائی تھی۔ لہذا وہاں اپنے دوستوں سے مشورہ کیا کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ کی حیات و خدمات کے حوالے سے پروگرام نشر کروانے کی کیا صورت ہوگی۔ آصف انصاری صاحب راقم کے مخلص احباب میں سے تھے (الحمد للہ وہ بقید حیات ہیں مگر اب پی۔ٹی۔وی سے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں) انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ آج کل پی۔ٹی۔وی پر ''ٹی۔وی انسائیکلوپیڈیا'' کے نام سے ایک پروگرام چلا رہے ہیں۔ اس پروگرام میں حروفِ تہجّی کی ترتیب سے عظیم اور معروف شخصیات پر گفتگو ہوتی ہے۔ ابھی ''احمد'' کے لفظ تک پہنچنے میں دیر ہے لہذا آپ یعنی راقم، ان کی علمی دینی و ملّی خدمات پر ایک اسکرپٹ تحریر کریں اور ساتھ ہی اعلیٰ حضرت کے فراز دارالعلوم منظرِ اسلام، اور دیگر متعلقات کی اصل اور تازہ فوٹو گراف بھی ہمیں مہیاں کر دیں۔ راقم نے موقع غنیمت جان کر ۲۰ صفحات کی ایک ڈاکومنٹری اسکرپٹ تیار کی اور جناب آصف انصاری صاحب کے مشورہ پر بریلی شریف جا کر ۳۰ منٹ کی ایک ویڈیو فلم تیار کی۔ اسکرپٹ ایڈیٹ ہونے کے بعد ۱۵ منٹ کے دورانیہ کا ایک پروگرام پی۔ٹی وی سے جولائی ۱۹۸۹ء میں نشر ہوا جو عوام کے بے حد اصرار پر متعدد بار دکھایا گیا اس کا اثر یہ ہوا کہ ۲۰۰۰ء کے بعد جب پاکستان میں پراویٹ ٹی۔وی چینلز متعارف ہوئے تو متعدد ٹی۔وی چینلز پر امام احمد رضا کے یومِ وصال پر باقاعدگی کے ساتھ پروگرام نشر کیے جانے لگے جن میں ملک کے نامور علما اور اسکالرز کے علاوہ ادارے کی مجلس انتظامیہ کے بعض حضرات بھی مدعو ہوئے۔ اعلیٰ حضرت پر باقاعدہ پابندی کے ساتھ پروگرام نشر کرنے میں کیوٹی وی، اے۔آر۔وائی، حق۔ٹی۔وی، رنگ، میٹرو، دھوم اور نور ٹی۔وی (جس کی نشریات لندن سے نشر ہوتی ہیں) نمایاں ہیں۔ ہم ان تمام کے ممنون ہیں۔

۱۹۹۲ء میں بانی ادارہ مولانا سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ (وفات جنوری ۱۹۹۲ء) کی وفات کے بعد ماہر رضویات، مسعودِ ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے ادارے کے رفقائے کار نے بارِ صدارت اس فقیر ناتوان کے سپرد کیا۔ اس وقت

راقم کے دل میں یہ خیال آیا کہ ادارے کے بانی اراکین و سرپرستان ایک ایک کر کے دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں، لہٰذا ادارے کی تنظیم نو کی ضرورت ہے اور اس کی مجلس انتظامیہ اور معارفِ رضا کے ادارتی بورڈ میں فاضل اسکالرز اور نوجوان محققین و مصنفین کو متعارف کرایا جائے تا کہ مستقبل میں ادارہ اور اس کے ترجمان (معارفِ رضا) کو اپنے اہداف کے حصول کے لیے ایک منظم و منضبط طریقہ پر چلایا جاسکے۔ دوسری راقم کی بڑی خواہش تھی کہ امام احمد رضا کی تحقیقات کو عرب دنیا کی جامعات اور اہلِ علم طبقہ میں متعارف کرایا جائے جیسا کہ چودھویں صدی کی ابتدا میں دنیائے عرب اور عالم اسلام میں وہ ایک بلند مرتبہ فقیہ اور محدث کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

الحمدللہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی یہ دونوں دعائیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوئیں۔ اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں جناب پروفیسر دلاور خاں نوری (پرنسپل پوسٹ گریجویٹ جامعہ ملّیہ کالج ملیر، کراچی) اور جناب سلیم اللہ جندران صاحب حفظہما اللہ المنان (ریسرچ اسکالر جامعہ پنجاب و پرنسپل گورنمنٹ اسکول، بھوآسن، منڈی بہاؤالدین) جیسے محقق و مصنف ہمیں عطا فرمادیے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے راقم کی دوسری آرزو "جدید عالم عرب میں علمی خدمات کا تعارف" بھی اس طرح پوری فرمادی کہ ۱۹۹۹ء میرے دل کی پہلی انجیوپلاسٹی ہوئی تھی میں علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ فقیر کی عیادت کے لیے کراچی تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا کہ "اگست / ستمبر میں صاحبزادہ مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب زید مجدہٗ کے ایم۔فل مقالہ "شیخ احمد رضا عربیاً شاعراً" کے سلسلہ میں جامعہ ازہر شریف میں انٹرویو ہے میں اور آپ دونوں قاہرہ کا سفر کرتے ہیں۔ علماءِ جامعہ ازہر سے تبادلہ خیال کرنے کا موقع ملے گا اور اصل مقصد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا علماء ازہر سے تعارف ہو گا۔ برادرم الحاج رفیق برکاتی صاحب زید مجدہ، حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی اور حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشاورت اور خصوصی تائید اور مالی تعاون سے ہم دونوں قاہرہ گئے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے اہلِ سنّت کی ۳۵۰ سے زیادہ عربی تصانیف اور ۵۰ کے قریب اردو کتب جامعہ ازہر اور قاہرہ کی دیگر دو جامعات کی لائبریریوں کو عطیۃً دی گئیں۔ دکتور حازم المحفوظ کی اعانت سے جو اس سے قبل دوبار امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کی خاطر پاکستان تشریف لا چکے تھے ہماری شیخ الجامعہ شیخ اکبر دکتور محمد سید طنطاوی مرحوم اور دیگر اساتذۂ کرام اور علماءِ مصر سے ملاقاتیں ہوئیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جامعہ ازھر میں پہلی بار ایک تاریخ ساز امام احمد رضا کانفرنس ہوئی۔ اس کی تفصیل راقم کے مضمون "سفر قاھرہ" کے نام سے معارفِ رضا میں شائع ہو چکی ہے۔

اس رابطہ کے بڑے مفید اور دوررس نتائج نکلے۔ علماءِ ازھر کی امام احمد رضا کانفرنس کراچی میں شرکت کی ابتداء ہوئی، بعدہٗ علماءِ شام سے بھی رابطے ہوئے۔ وہاں کے بعد جید علما ہماری متعدد کانفرنسوں میں شریک ہوئے۔ کویت سے بھی حضرت علامہ السید یوسف بن السیّد ھاشم الرفاعی صاحب بھی ہماری متعدد کانفرنسوں میں بحیثیت مہمانِ خصوصی شریک ہو چکے ہیں۔ غرضیکہ رضویات پر کام کا دائرہ ملکی اور عالمی جامعات کی سطح پر وسیع سے وسیع تر ہوتے ہوئے۔ قاھرہ اور شام تک پہنچ گیا۔ دوسری طرف احقر کے ہندوستان اور بنگلہ دیش کے متعدد اسفار کے نتیجے میں ان دونوں ممالک کی متعدد جامعات میں رضویات کے حوالے سے ایم۔اے، ایم۔ایڈ، ایم۔فل، پی۔ایچ۔ڈی کے مقالات لکھے جانے لگے۔ اس کی تفصیل راقم کی مرتّبہ امام احمد رضا اور انٹرنیشنل جامعات اور "رضویات نئے تحقیقی تناظر میں" دیکھی جاسکتی ہے۔

رضویات کے حوالے سے جو ایک اور اہم کام ہوا ہے وہ ادارے کے سال تاسیس ۱۹۸۰ء سے سال رواں ۲۰۱۱ء تک تسلسل کے ساتھ امام احمد رضا کانفرنسوں کا انعقاد سالنامہ معارفِ رضا کا اجرا ہے۔ اس عمل سے امام احمد رضا کی علمی دینی و ملّی خدمات کے حوالے سے مقالہ لکھنے والے محققین بالخصوص جدید جامعات کے نوجوان اسکالرز کو تشویق و ترغیب ملی۔

۱۹۸۷ء سے معارفِ رضا سالنامہ میں اردو کے ساتھ انگریزی سیکشن کا اضافہ ہوا۔ سن ۲۰۰۰ء سے معارفِ رضا ماہنامہ کا اجرا ہوا جو بحمد اللہ بلاناغہ اب تک جاری ہے۔ ۲۰۰۳ء سے اردو کے علاوہ انگریزی اور عربی مقالوں پر مشتمل سالنامے علیحدہ علیحدہ شائع ہونے لگے۔ ۲۰۰۶ء میں ایک اور قابل ذکر کام یہ ہوا۔ ادارے کی نگرانی میں "دائرہ معارفِ امام احمد رضا" مرتبہ ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمہ اللہ میں دیے گئے ابواب کے مطابق معارفِ رضا اور دیگر جرائد و

رسائل میں شائع شدہ مقالات کو جمع کر دیا۔ جس کی ۵۰ جلدیں اب تک مرتب ہو چکی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ علامہ مولانا محمد حنیف خاں رضوی مدظلہ العالی کی زیر نگرانی نظر ثانی کے بعد "دائرہ معارفِ رضا" کی صورت میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے سوویں سالِ وصال ۱۴۴۰ھ میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائے گا۔

۲۸/ اپریل ۲۰۰۸ء کو ادارے کے سرپرستِ اعلیٰ مسعودِ ملّت، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ وصال فرما گئے۔ ہمیں ان کی جدائی کا بڑا صدمہ ہوا۔ یہ ادارہ اور اراکین ادارہ کے لیے ایک بڑا سانحہ تھا۔ اس سانحہ نے راقم کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ادارے کے سرپرستان اور بانی اراکین ایک ایک کر کے اس دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں۔ چنانچہ راقم نے ادارہ کے مخلص اراکین اور بعض دیگر محبین حضرات سے مشورے کے بعد طے کیا کہ اب ادارے کو ایک ٹرسٹ، امام احمد رضا ٹرسٹ کے ذریعے چلایا جائے جس کے چیئرمین اور چیف پیٹرن محسن اہلِ سنّت جناب الحاج رفیق برکاتی صاحب حفظ اللہ الباری ہوں گے اور اس میں چند نئے باصلاحیت فاضل نوجوانوں کو بھی شامل کیا جائے۔ اب یہ ادارہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ٹرسٹ کے نام سے کام کر رہا ہے۔ ٹرسٹ کا قیام دیگر حوالوں سے ہمارے لیے خوش آئند ثابت ہوا۔ ٹرسٹ کے پہلے ہی اجلاس (اگست ۲۰۱۰ء) میں جناب الحاج رفیق برکاتی صاحب زید مجدہٗ نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے قیام کے لیے دو ہزار گز پر مشتمل وسیع قطعہ زمین (نزد یوپی موڑ، نارتھ کراچی) کے عطیہ کی خوشخبری سنائی۔ الحمد اللہ اس کا پلان بن چکا ہے۔ ہمارے کاروانِ علم و تحقیق کی ایک اہم پیش رفت ۲۰۱۰ء میں انگریزی معارفِ رضا (سالنامہ) کی بطور ریسرچ جنرل اشاعت ہے۔ جس کو ہائر ایجوکیشن کمیشن (پاکستان) نے بھی معیاری قرار دیا ہے۔ نیز دنیا کے دیگر معروف اداروں نے بھی اپنی ویب سائٹ پر اسے بطور معیاری ریسرچ جنرل پیش کیا ہے۔ فروغِ رضویات کے حوالے سے یہ ایک بڑی پیش رفت ہے۔ اسے اس معیار پر پہنچانے کا سہرا ٹرسٹ کے جوائنٹ سکریٹری محترم پروفیسر دلاور خان نوری، محترم ثاقب محمد خاں (سابق رکن ٹرسٹ)، جناب عبید الرحمن صاحب کا ہے جنہوں نے شب و روز ویب سائٹ اور کمپیوٹر اسکرین پر بیٹھ کر یورپ و امریکہ کے ہائر ایجوکیشن بورڈ کی شرائط سے آگاہی حاصل کی پھر معارفِ (انگریزی) کے لیے لکھے گئے مقالہ جات کا جائزہ لیا اور پھر ان میں سے پاکستان کے ہائر ایجوکیشن کمیشن کی شرائط پر پورا اترنے والے مقالات منتخب کیے اور ان میں سے کسی میں اگر پنکچوایشن، پیرا گرافنگ ایبسٹریکٹ وغیرہ کی کوئی خامی رہ گئی تھی اسے خود دور کیا۔ اس میں ادارے کے محب اور (خفتن ٹرسٹی) محترم سلیم اللہ جندران صاحب کے مشوروں اور تجاویز کا بھی بڑا دخل ہے اور اب ان شاء اللہ معارفِ رضا (سالنامہ) اردو ۲۰۱۱ء بھی انہی حضرات گرامی کی کاوشوں سے اسی معیار پر تیار کیا گیا ہے جو ہنوز اشاعت کا منتظر ہے۔ چلتے چلتے یہ بھی بتاتا چلوں کہ محترم پروفیسر دلاور خاں حفظ اللہ المنّان ایک اچھے مدیر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے اداریہ نگار بھی ہیں۔ معارفِ رضا ماہنامہ میں ان کے جو بھی اداریئے شائع ہوئے ہیں انھیں علمی حلقوں میں بڑی پزیرائی ملی ہے۔ خود راقم کے پاس ان کی ستائش میں بہت سے فون آئے ہیں۔ خطوط اور ای میل کے ذریعے بھی لوگوں نے سراہا ہے۔ مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے راقم انہیں حکم دیتا ہے کہ وہ معارفِ رضا ماہنامہ کے لیے اداریے ضرور لکھا کریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام کو سلامت رکھے اور ان کے علم و فضل میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ (آمین) اور اخلاص نیت کے ساتھ رضویات کے حوالے سے علمی اور تحقیقی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

رضا شناسی کا یہی تقاضا ہے کہ علم کو وہ روشنی جو اللہ رب العزت جلّ جلالہ کے نور، حضور اکرم ﷺ کی معرفت صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کو پہنچی اور وہاں سے تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرامان امّت کو درجہ بدرجہ پہنچی اور پھر ان سے امام احمد رضا مجدّد اکبر قدس سرہ العزیز روشن ہوئے، اب ان سے مستعار اس روشنی کو آنے والی نسلوں تک پھیلانے کا حتی المقدور اہتمام کیا جائے۔ یہی پیغامِ رضا ہے۔ یہی مسلم امہ کی بھلائی کے لیے وقت کا تقاضا ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (ٹرسٹ) گزشتہ ۳۰ برسوں سے علوم نبوت کے وارث العطایہ النبویہ کے مظہر عبد المصطفیٰ امام احمد رضا کے علوم کی اسی روشنی کے ابلاغ و ترسیل میں لگا ہوا ہے اور اس تحریر کے توسل سے آج پیغام رضا کی یہی صدا قارئین کرام تک پہنچانا مقصود ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو علم نافع کے ان مذکورہ مراکز تک رسائی عطا فرمائے، اپنے محبوبِ کریم رسول امین ﷺ کے صدقے میں ہمیں نفع بخش علم سے بہرہ مند فرمائے نیز اسے دوسروں تک منتقل کرنے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین بجاہِ النبی الامین الکریم ﷺ۔

احمد رضا کا تازہ گلستان ہے آج بھی
خورشیدِ علم ان کا درخشاں ہے آج بھی

اللہ عزوجل کی تنزیہ میں اہلِ سنّت وجماعت کا عقیدہ

مفکرِ اسلام امام سوادِ اعظم اہلِ سنّت احمد رضا محدث حنفی

ترتیب وپیشکش: پروفیسر دلاور خاں

عرض: تشبیہ صحیح ہے یا تنزیہ؟

ارشاد: "تَشْبِیْہ محض" کفر ہے اور "تَنْزِیْہ محض" گمراہی اور "تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ" عقیدہ حقہ اہلِ سنّت ہے۔

تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ کا مطلب

عرض: تَنْزِیْہ مَع تَشْبِیْہ بِلا تَشْبِیْہ کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد:

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ج

ترجمہ کنز الایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔

(پ ۲۵، الشوریٰ: ۱۱)

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُo

ترجمہ کنز الایمان: بے شک وہی سنتا دیکھتا ہے۔

(پ ۲۴، المؤمن: ۵۶)

یہ "تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ" ہے، "تشبیہ محض" تو یہ ہوئی کہ وہ ہماری ہی طرح ایک جسم مِن الاَجسام (یعنی اجسام میں سے ایک جسم) ہے، اُس کے کان آنکھ ہماری ہی طرح گوشت پوست سے مرکب ہیں، وہ اِنہیں سے دیکھتا، سنتا ہے اور یہ "کفر" ہے۔ اور "تنزیہ محض" یہ کہ دیکھنے سننے میں اس کو بندوں سے مشابہت ہوتی ہے، لہٰذا اس سے بھی انکار کر دیا جائے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ "خدا (عَزَّوَجَلَّ) دیکھتا سنتا ہے۔ یہ کچھ اور صفات ہیں جن کو دیکھنے سننے سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ "گمراہی" ہے۔

اصل صحیح عقیدہ یہ ہے کہ "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ج" یہ "تنزیہ" ہوئی کہ اس کی مثل کوئی شے نہیں اور اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُo تشبیہ ہوئی اور جب سننے دیکھنے کو بیان کیا کہ اس کا دیکھنا آنکھ کا، سننا کان کا محتاج نہیں۔ وہ بے آلات کے سنتا ہے، یہ نفی تشبیہ ہے کہ بندوں سے جو وہم مشابہت ہو تا اس کو مٹا دیا تو ما حصل وہی نکلا "تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ"۔

(پھر فرمایا) تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ سے تو قرآنِ عظیم پُر ہے، علم وکلام یقیناً اسی کی صفات ہیں، یہ تشبیہ ہوئی مگر اس کا علم دل ودماغ وعقل کا اور کلام زبان کا محتاج نہیں، یہ نفی تشبیہ اور وہی "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ج" ہر ایک کے ساتھ مل کر پھر وہی حاصل ہوا "تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ"۔(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصّہ چہارم)

اللہ عزّوجلّ کی تنزیہ میں اہلِ سنّت وجماعت کے عقیدے

(۱) اللہ تعالیٰ ہر عیب ونقصان سے پاک ہے۔

(۲) سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ کسی چیز کی طرف کسی بات میں اصلاً احتیاج نہیں رکھتا۔

(۳) مخلوق کی مشابہت سے منزّہ ہے۔

(۴) اس میں تغیر نہیں آسکتا، ازل میں جیسا تھا ویسا ہی اب ہے اور ویسا ہی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ پہلے ایک طور پر ہو پھر بدل کر اور حالت پر ہو جائے۔

(۵) وہ جسم نہیں جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں۔

(۶) اُسے مقدار عارض نہیں کہ اتنا یا اُتنا کہہ سکیں، لمبا یا چوڑا دَل دار یا موٹا یا پتلا یا بہت یا تھوڑا یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں۔

(۷) وہ شکل سے منزّہ ہے، پھیلا یا سمٹا، گول یا لمبا، تکونا یا چوکھونٹا، سیدھا یا ترچھا یا اور کسی صورت کا نہیں۔

(۸) حدو طرف ونہایت سے پاک ہے اور اس معنیٰ پر نامحدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو بلکہ یہ معنے کہ وہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزّہ ہے، غرض نامحدود کہنا نفی حد کے لیے ہے نہ اثبات بے مقدار بے نہایت کے لیے۔

(۹) وہ کسی چیز سے بنا نہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر 27 پر ملاحظہ فرمائے)

دنیائے اسلام کے اسبابِ زوال

مولانا حسنین رضا خاں

دنیائے اسلام آج جس بری حالت سے دوچار ہے چند صدی قبل حالات ایسے نہ تھے مگر نئے پیدا ہونے والے فرقوں نے مسلمانوں کی قوت کو کمزور کردیا اور مسلمان ترقی کی راہ میں پیچھے رہ گئے۔ مولانا حسنین رضا خاں نے ''دنیائے اسلام کے اسباب زوال'' کے نام سے اپنی تصنیف میں اس موضوع کا بھرپور احاطہ کیا ہے۔ یہ کتاب اب نایاب ہے قارئین کے استفادے کے لیے اس کے ابتدائی حصّے سے ایک طویل اقتباس یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ عبید

اِسلامی مؤرّخین نے مُسلمانوں کے زوال کا سبب عموماً بیرونی حملوں کو قرار دیا ہے۔ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ جہادوں نے عیسائیوں اور مسلمانوں میں عداوت کی ایک بڑی خلیج پیدا کردی جس کی وجہ سے یورپ میں اِسلام کا پھیلاؤ رُک گیا اور اِس کشت وخون سے فریقین کی نسلیں تباہ ہوتی رہیں، مگر یہ حملے مسلمانوں کے انحطاط کا مستقل سبب نہ بن سکے۔ تاتاریوں نے بھی بلادِ اِسلامیہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ حتّٰی کہ اُنہوں نے خلافتِ عبّاسیہ کا خاتمہ ہی کر دیا، مگر اِسلام کی جاذبیّت میں سرِ مُو فرق نہ آیا۔ صرف اِتنا ہوا کہ عروجِ اِسلام جو اس وقت کی اِسلامی حکومت سے جس حد تک وابستہ تھا وہ بھی حکومت کے ساتھ زوال پزیر ہوتا رہا۔

یہ اسلامی تاریخ کا ایک ہی رُخ تھا جو مؤرّخین دکھاتے آئے۔ آپ دیکھتے اور یقین کرتے آئے مگر حقیقت اس کے خلاف ہی ہے۔ اِسلام میں عروجِ اِسلام کے لیے مسلمان کا بادشاہ ہونا شرط نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ جب مسلمان صحیح معنٰی میں مسلمان ہوجاتا ہے یعنی قانونِ اسلام (قرآن پاک وحدیثِ صاحبِ لولاک) کو اپنا دستور العمل بنالیتا ہے، تو اُسے حسبِ اِستطاعت منجانب اللہ اس قانون کے نفاذ کا حکم ہوتا ہے اور اُسے خُداوندِ عالم ہی طاقتِ نفاذ بھی دیتا ہے۔ اس طاقتِ نفاذ ہی کا دوسرا نام حکومتِ شرعیہ ہے۔ حکومتِ شرعیہ کی تشکیل اسی طرح ہوتی ہے۔ ہمیں یہ کہنا تھا کہ بیرونی حملے اسلام کا کبھی کچھ بگاڑ نہ سکے، بلکہ پونے چودہ سو سال کا تجربہ اس کا شاہد ہے کہ مسلمان کے ہر قتلِ عام کے بعد اِسلام از سرِ نو اُبھرا۔ بیرونی حملوں نے مسلمانوں میں ہمیشہ ایک نئی روح پھونکی ہے اور اب تک یہی دیکھا جارہا ہے کہ ؎

قتلِ حُسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اِسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ صرف میرا خیال نہیں بلکہ اکثر مبصّرین کی یہی رائے اور اُن کا یہی کہنا ہے کہ ؎

اِسلام کی فِطرت میں قُدرت نے لچک دی ہے
اُتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دبادیں گے

درحقیقت زوالِ مسلم کی بنیاد خانہ جنگیوں سے پڑی اور اسی دوران میں عقائدِ باطلہ نے پیدا ہوکر ان خانہ جنگیوں کو خوب ہوا دی اور ان کو ایسا مستحکم کردیا کہ یہ ہی خانہ جنگیاں دورِ کمالِ عروجِ اِسلام ختم کرکے مستقل زوال کا باعث ہوگئیں۔ میرے اِس اچھوتے دعوے سے ممکن ہے کہ آپ کو حیرت ہو مگر حالات جب آپ کے سامنے رکھے جائیں گے تو آپ کو بھی دعویٰ تسلیم کرنا پڑے گا۔ آپ از خُود کہہ اُٹھیں گے کہ واقعی مسلمان کا مستقل زوال ان عقائدِ باطلہ ہی کی پیداوار ہے اور زوال کی پوری ذمّے داری ان عقائدِ باطلہ اور ان کے قائدین ہی پر عائد ہوتی ہے۔

اِسلام کے تین دور

اِسلام پر ان پونے چودہ سو برس میں دو (۲) دور گزر چکے ہیں اور اب مدّت سے وہ تیسرے دور سے گزر رہا ہے۔ پہلا دور کمالِ عروجِ اِسلام کا تھا جو خلافتِ راشدہ کے اختتام سے پہلے ہی ختم ہوگیا، بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے کمالِ عروجِ اِسلام کا دور ختم ہوا اور خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں، جو سیدنا امام حسین شہیدِ کربلا کی شہادت کے کچھ دنوں بعد تک جاری رہیں۔ انہیں خانہ جنگیوں کے دوران میں عقائدِ باطلہ کا دور شروع ہوا اور اسی دور میں

عقائد باطلہ پروان چڑھے۔ سیدنا مولانا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تو سارا دورِ خلافت خانہ جنگیوں میں ہی ختم ہوا۔ اِن خانہ جنگیوں کی بدولت دُنیاءِ اسلام ایک بڑے مدبّر (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حُسنِ تدبیر سے اور اس دور کے شریعت و طریقت کے سبب سے بڑے اِمام کی تعلیم و تربیت سے اور سب سے بڑے اِسلامی بہادر کی دادِ شجاعت سے اور سب سے بڑے قاضیِ شرع کے فیصلوں کی بہترین اشباہ و نظائر سے محروم ہی رہی۔ افسوس! سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت اگر اور دس سال بڑھ جاتا، یا جنابِ شیرِ خدا ان خانہ جنگیوں میں نہ اُلجھا دیے جاتے تو غالباً دُنیا کی ہر بلندی اور ہر پستی پر پرچمِ اِسلام لہرا چکا ہوتا۔ اس خاک دانِ عالم کی کوئی چھوٹی بڑی آبادی اور یورپ و ایشیا کی کوئی وادی نہ بچی ہوتی جس پر خدائے واحد کا نام نہ پکارا جا چکا ہوتا۔ مگر ہوا وہ جو ربُ العزّت کو منظور تھا کہ آخر دورِ عثمانی میں خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں اور ان خانہ جنگیوں سے دورِ کمالِ عروجِ اِسلام ختم ہو کر ایک دوسرا دور شروع ہو گیا، جس میں مسلمانوں کا عروج و زوال دونوں ساتھ ساتھ چلے۔ یہ دور بھی صدیوں تک چلتا رہا کہ اسلام دُنیا میں پھیلتا بھی رہا اور مسلمان آپس مین لڑتا بھی رہا اور اس سارے دور میں بداعتقادی پُھولتی پھلتی رہی۔ حتّٰی کہ تیسرا دور جو مستقل زوالِ مُسلم کا دور ہے شروع ہو گیا اور اب وہ صدیوں سے چل رہا ہے۔ ہم اور تم سب اب اسی دور سے گزر رہے ہیں۔ میری اِس کتاب کا موضوع خلافتِ راشدہ حضرت مولا علی شیرِ خدا ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔

اِبتدائے آفرینش کا ایک واقعہ

اُممِ سابقہ میں بھی اُمّتوں کے بننے اور بگڑنے کا مدار ہمیشہ ان کے عقائد کے بننے بگڑنے پر رہا ہے۔ اب بھی نہ صرف مسلمان بلکہ ہر انسان کا بننا بگڑنا اُس کی خوش اعتقادی اور بد اعتقادی پر موقوف ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ بِلا دلیل نہیں ہے بلکہ روزِ ازل ہی میں عدالت العالیہ کی اس پر ایک نظیر بھی ہو چکی ہے، جو اٹل ہے۔ ابتدائے آفرینش کا واقعہ تو تمہیں یاد ہی ہو گا کہ ربُ العزّت نے آدم علیہ السّلام کو دستِ قدرت سے بنایا اور ان کی پیشانی میں نورِ محمدی ﷺ ودیعت فرمایا۔ اس ودیعت سے اس وقت کی کائنات میں حضرت آدم علیہ السلام کو جو شرف حاصل ہوا اس شرف کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ تمام فرشتوں کو حکمِ ربُ العالمین ہوا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ فرشتے جو معصوم ہیں نافرمانی جانتے ہی نہیں سب نے بلا تامّل ہمارے باپ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کر لیا مگر شیطان جو اُس وقت فرشتوں کا اُستاد تھا سمٹ بیٹھا۔ اُس نے سجدے سے انکار کیا اور کہا:

"خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ط"

مجھ کو تونے آگ سے بنایا ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اور یہ بھی کہا:

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ

میں تو آدم سے بہتر ہوں۔

مطلب یہ تھا کہ میں کیوں سجدہ کروں۔ شیطان کا یہ فعل خُدا کی نافرمانی اور ایک نبی جلیل کی توہین کا مسئلہ تھا۔ ہمارا حلیم و کریم خُدا اپنی نافرمانی پر تو اکثر و بیشتر چشم پوشی ہی فرماتا رہا ہے، مگر یہاں تو نبیِ جلیل کی توہین کا بھی معاملہ درپیش تھا جو بارگاہِ ربُ العزّت میں جُرمِ عظیم ہے۔ لہٰذا شیطان ایک نبی کی توہین کی پاداش میں بہ یک بنیی و دو گوش جنّت الفردوس سے نکال باہر کیا گیا۔ اس کی عبادت کا یہ حال تھا کہ اُس کے سجدوں سے آسمانوں میں کوئی جگہ باقی نہ تھی۔ یہ ساری عبادت اُس کے منہ پر مار دی گئی اور اُس کے کچھ کام نہ آئی۔ تو جو لوگ توہینِ سرکارِ رسالت علیہ افضل الثناء والتحیّۃ یا کسی بھی نبی اللہ کی توہین کو ہلکا سمجھتے ہوں اور انہیں اپنے لمبے لمبے سجدوں اور پیشانی کے گٹوں پر ناز ہو اُنہیں ابلیسِ لعین کے اس اندوہ ناک انجام سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ صرف توہینِ سرکارِ رسالت پر ابلیسِ لعین کی یہ دردناک سزا عدالتِ عالیہ کی سب سے پہلی نظیر ہے۔ اِس معاملے میں ابلیس جیسے عابد و زاہد کی کوئی رعایت نہ ہوئی تو کسی اور کی کیا ہو گی۔

یاد رکھو اگر کسی نبی اللہ کی توہین کی یا توہین کو روا رکھا یا توہین کرنے والوں کو مسلمان ہی سمجھا تو تمہاری نماز اور ساری نیکیاں مُنہ پہ مار دی جائیں گی۔ میں اپنے دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اِس مرضِ متعدّی (توہین) سے الگ ہی رہیں۔ ابلیسِ لعین جیسا مُوَحّد عابد پہلا جہنّمی ہوا تو شرک کر کے نہیں بلکہ نبی اللہ کی توہین کر کے وہ جہنّم کے لیے ابھی سے نامزد ہو گیا ہے۔ دُنیا بھر کے کافر، مُشرک، مُرتد، اسی کے بہکانے سے واصل جہنّم ہوں گے۔ مگر جہنّم کا سردار وُہی مدّعیِ توحید ہو گا جو توہینِ سرکارِ نبوّت کی پاداش میں واصِلِ جہنّم ہوا ہے۔

سب سے پہلے یہ مدّعیِ توحید مگر ملزمِ توہین ہی جہنّم میں ٹھونسا جائے گا۔ انبیاءِ کرام کی توہین ایسا جُرمِ عظیم ہے۔

یہیں سے مخلُوقاتِ الٰہی کے دو گروہ ہوگئے۔ ایک تو انبیاء علیھمُ السّلام کی عزّت کرنے والا: وُہ فرشتوں کا گروہ تھا جو مقربّانِ بارگاہِ الٰہی میں رہا اور ہمیشہ مقرب ہی رہے گا۔ دُوسرا گروہ انبیاءِ کرام کی توہین کرنے والوں کا، جو راندۂ درگاہِ الٰہی ہوا اور جب ہی سے وہ جہنّم کے لیے اور جہنّم اس کے لیے ہے۔

وُہ سیّدنا آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد کا بدترین دُشمن ہوگیا ہے۔ اُس نے زمین پر آکر اولادِ آدم کو دھوکہ دینا اپنا مقصدِ حیات بنالیا ہے۔ چنانچہ اُس نے سب سے پہلے ہمارے باپ آدم علیہ السّلام کو وسوسے میں ڈالا۔ اُن کو دانہ گندم کھلوا دیا تو وہ بھی مصلحتِ خُداوندی سے زمین میں اُتار دیے گئے اور تین سو سال تک وہ اور ہماری ماں حوّا ساری زمین میں سرگرداں پھرتے پھرے۔ جب انہوں نے بوسیلۂ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دُعا مانگی تو دُعا قبول ہوئی اور لغزش مُعاف ہوئی۔ وہ دونوں بھی بحکم رب العالمین زمین ہی میں رہنے لگے۔ جیسے ہی اُن کی اولاد کا سلسلہ شروع ہوا، اُسی وقت سے شیطان کے لیے کام کا میدان تیار ہوگیا۔ اب شیطان کا جذبۂ انتقام بھڑکا۔ اُس نے سیّدنا آدم علیہ السلام کی اولاد کو بھڑکانا شروع کیا جو اُس کی میٹھی مُراد تھی کہ ”میں آدم علیہ السّلام کی بدولت جنّت سے نکالا گیا ہُوں تو اولادِ آدم بھی میرے ساتھ جہنّم کا ایندھن بنے۔ وُہ بھی جنّت کی بُو نہ سُونگھنے پائے۔

آدم (علیہ السلام) سے عیسیٰ (علیہ السلام) تک

حِکمتِ الٰہی اِس امر کی پہلے ہی سے مقتضی تھی کہ اَولادِ آدم کو شیطان کے مَکر و فریب سے بچایا جائے۔ اس کام کے لیے انبیا علیہمُ السّلام منتخب ہوئے۔ سب سے پہلے آدم علیہ السّلام ہی سے یہ کام لیا گیا۔ اُن کے بعد اُن کی اَولاد میں سلسلۂ نبوّت جاری ہوا۔ ہر زمانے اور ہر دور میں انبیاءِ کرام آتے رہے اور دُنیا کو شیطان کے مکر و فریب سے باخبر کرتے رہے تو جن اِنسانوں پر شیطان کا داؤں چل گیا وہ انبیا علیہم السّلام سے بدگمان ہوگئے۔ انہیں نے انبیا علیہم السّلام کی توہینیں کیں اور ان کی مخالفتیں کیں۔ غرض کسی نے اُن کا دل دُکھایا اور کسی نے اُنہیں ایذا دی۔ اور بعض انبیاے کرام تو اِس شیطانی گروہ کے ہاتھوں شہید بھی ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

پچھلی اُمت کے کافروں اور بدعقیدہ لوگوں کے ہاتھوں انبیاے کرام بہت ستائے گئے ہیں اور غضبِ قہاّر جب متحرّک ہوا ہے تو یہ ہی کفّار اور بد عقیدہ لوگ تباہ و برباد بھی کر دیے گئے، اُمتیں کی اُمتیں صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں۔ آسمان سے پتّھر برسے اور زمین و آسمان سے طوفان اُٹھے۔ آبادیاں اُلٹ دی گئیں۔ اچانک موت نے آگھیرا انسان سے بندر بنا دیے گئے۔ وہ بھی اپنے حالِ زبُوں پر رو رو کے مرگئے۔ غرضیکہ خُدا کے محبوبوں کی عداوت میں دُنیا اِسی طرح بارہا تباہ ہوچکی ہے۔ اُسی توہین وبداعتقادی کی وبا آج کل اُمّتِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں پھیل رہی ہے۔ یہ سب شیطانی تعلیم ہے شیطان روزِ ازل ہی سے شِرک، کفر، ارتداد اور فسق و فجور کو بہت دلفریب اور دیدہ زیب کرکے انسان کے سامنے پیش کرتا رہا ہے۔ انسان جو شوکا متوالا ہے وہ اس پھنستا رہا ہے۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ۔

انبیا علیہم السّلام از سیّدنا آدم تا دورِ مسیح علیہم السّلام دُنیا کو شیطان کے مکر و فریب سے برابر بیدار کرتے رہے پھر بھی دنیا اُس کے مکر و فریب میں پھنستی چلی گئی اور اس کی سزا پاتی چلی گئی یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السّلام کا دور آگیا۔ اُن کی شب و روز کی تبلیغ سے چند ہی آدمی مستفیض ہوئے۔ اُن کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد ان آدمیوں میں بھی وہ مذہبی جوش نہ رہا۔ تزلزل پیدا ہوگیا۔ رفتہ رفتہ وہ وقت آگیا کہ دنیا سے آسمانی تعلیم بالکل اُٹھ گئی۔ خداوندِ عالم کا صحیح نام لینے والے اس لمبی چوڑی دنیا میں صرف چند مومن تھے جو کہیں کہیں دبے پڑے تھے۔ ساری دنیا پر اُس وقت شیطان کا تسلّط تھا۔ دنیا اس وقت کفر و شرک کی اندھیریوں میں گھری ہوئی تھی۔ شیطان اُس وقت پہاڑ کی بلندی سے اکنافِ عالم پر نظر ڈالتا تو ہر طرف اپنا ہی تسلّط پاتا۔ خوش ہوتا، بغلیں بجاتا۔

بعثتِ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اِس کُفر و شرک کی دُھواں دھار فضا میں ربّ العِزّت نے اپنے حبیب سیّدِ عالم و عالمیان محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنا آخری پیغام قرآن پاک دے کر دُنیا میں بھیج دیا۔ آپ دنیا میں تشریف لائے تو اُس وقت خدائے واحد قدوس کی سچی عبادت کرنے والے اس بھری پُری دُنیا میں صرف آپ ہی تھے اور ساری دنیا خدا کے دشمنوں سے بھری پڑی تھی۔ آپ مکّے میں پیدا ہوئے اور چالیس سال کی عمر شریف تھی

کہ آپ کے سر پر تاجِ نبوت رکھا گیا۔ مکّے میں اُس وقت بُتوں کا دور دورہ تھا۔ وہاں کی اکثریّت بُت پرست تھی۔ آپ نے بتوں کے دورِ حکومت میں پرستش کے لیے خدا کا نام پیش کر دیا۔ یہ وہ نام تھا کہ جس سے بعض کفّارِ مکّہ کے تو کان تک آشنا نہ تھے اور ساتھ ہی ساتھ آپ نے بت پرستی کا پول کھولا۔ اس پر مکّے کے کافر مشتعل ہوگئے۔ آپ کے اور آپ پر ایمان لانے والوں کے دشمن ہوگئے۔ آپ کو اور مسلمانوں کو کفّارِ مکّہ سخت ایذائیں دیتے۔ ہر وقت درپے آزار رہتے۔ اس پر بھی مسلمانوں کی تعداد برابر بڑھتی ہی رہی اور کفّار کے غیظ و غضب میں بھی اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

جب وُہ اِسلام کا پھیلاؤ کسی طرح نہ روک سکے اور نہ دیکھ سکے تو نوبت بایں جا رسید کہ اُنہوں نے دارالندوہ میں جلسۂ مشاورت طلب کیا جس میں مکّے کے سربر آوردہ لوگ اور حوالیِ مکّہ کے قبائلی سردار بُلائے گئے۔ اس کمیٹی میں ابلیسِ لعین بھی ایک بوڑھے نجدی کی صورت میں آشامل ہوا اور اُس نے خود کو نجد ہی کا باشندہ بتایا۔ اس مشاورت میں اس رائے پر سب متفق ہوگئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا جائے تاکہ اسلام ہی ختم ہو جائے شیخ نجد ابلیس لعین نے ابو جہل کی یہ رائے بہت پسند کی کہ مکّہ اور حوالیِ مکّہ سے ہر قبیلے کا ایک ایک جوان قتل میں شریک ہونے کے لیے اس لیے چُنا گیا کہ بنو ہاشم تنہا اس قتل کا بدلہ تمام قبائل سے نہ لے سکیں گے۔

ہجرت

جس رات کے پچھلے حصّے میں اس تدبیر پر عمل ہونا طے ہوا تھا رات ہی سے ان مجوّزہ قاتلوں نے کاشانۂ نبوّت گھیر لیا۔ اُسی رات میں آپ کو مدینۂ طیّبہ ہجرت کرنے کا حکم آگیا۔ ربّ العزّت نے بھی کمالِ قدرت دکھانے کے لیے اس نازک وقت کا انتخاب فرمایا اور سرکارِ دو جہاں ﷺ نے بھی تسلیم و رضا اور کامل بھروسے کی اچھوتی مثال پیش کر دی۔ آپ خداوندِ عالم کے بھروسے پر تنِ تنہا، ننھے یٰسٓ شریف کی حسب ذیل آیت پڑھتے ہوئے کاشانۂ اقدس سے بر آمد ہوئے اور اس جھمگٹ میں ہو کر نکل گئے۔ آیتِ کریمہ یہ ہے: وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ؕ (سورۃ: یٰسٓ، آیت ۹) اور ہم نے اُن کے آگے دیوار بنادی اور اُن کے پیچھے ایک دیوار اُوپر سے ڈھانک دی تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔

آپ نے اُن کی ننگی تلواروں کی چمکتی باڑھیں دیکھیں مگر وہ سب ایسے اندھے ہوگئے کہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔ آپ صاف نکلے چلے گئے۔ آپ نے سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے گھر سے ساتھ لیا۔ تین روز غارِ ثور میں قیام فرمایا اور وہاں سے مدینے کو چل پڑے۔ چند ہی روز میں بخیریت مدینۂ پاک پہنچ گئے اس سے کفّارِ مکّہ کا غیظ و غضب اور بھڑکا۔ ان کو اپنے مستقبل میں بڑے بڑے خطرے نظر آنے لگے کہ اسلام اگر عرب میں پھیل گیا تو ان سیکڑوں خداؤں کی خیر نہیں جو اس وقت مکّے کو مُشرکینِ عرب کا مرکز بنائے ہوئے ہیں اور جن کی بدولت مکّہ عرب کا سب سے بڑا تیرتھ بنا ہوا ہے۔ اہلِ مکّہ نے اس خطرے سے سارے عرب کو بھی باخبر کر دیا۔ اسی بنا پر پہلے بدر و احد میں مشرکینِ مکّہ سے اور پھر جنگِ احزاب میں سارے مُشرکینِ عرب سے مسلمانوں کا ٹکراؤ ہوا۔ مشرکین یا تو مارے گئے اور جو بچے وہ ایمان لے آئے پھر تو اسلام سیلاب کی طرح دفعتاً سارے عرب میں پھیل گیا۔

مگر اب تک عرب کے یہود و نصاریٰ نہ اسلام سے ٹکرائے تھے اور نہ اسلام ہی لائے تھے مسلمانوں کو مدینے آکر یہود سے واسطہ پڑا۔ اس واسطے کہ مدینے اور اُس کے مضافات میں کافی یُہودی آباد تھے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے دربار میں بھی یہود آتے اور جانچتے کہ آپ واقعی نبیِ آخر الزّمان ہیں جن کا تذکرہ توراۃ میں ہے اور جن پر ایمان لانے کی حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے سخت تاکید کی ہے۔ آپ جانچ میں پُورے اُترتے مگر وہ فرقہ وارانہ تعصّب کی وجہ سے ایمان نہ لاتے۔ سرکارِ رسالت سے اور مسلمانوں سے سخت عداوت رکھتے تھے، مگر وہ مسلمانوں سے مشرکینِ عرب کا ٹکراؤ اور اُس کا انجام دیکھ چکے تھے اس لیے مسلمانوں سے مقابلے کی جرأت ہی نہ کرتے اپنی فطری عداوت کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف قبائلِ عرب کو اُبھارنے میں برابر اُن کا ہاتھ رہتا اور یہ دورانِ جنگ میں بھی برابر جاسوسی کا کام کرتے رہتے تھے، اس لیے مسلمانوں نے جنگِ احزاب کے بعد خداوندِ عالم کے حکم سے اِس حرفِ عِلّت کو بھی گرا ہی دیا۔

جنگِ خیبر

یہودِ مدینہ کے بعد یہودِ خیبر کا بھی نمبر آگیا۔ حی ابنِ اخطب یہودی حاکمِ خیبر جو سرکارِ دو عالم ﷺ کے نبیِ آخر الزّمان ہونے کی قسم کھاتا

تھا۔ اس واسطے کہ وہ خود حاضر ہو کر مطمئن ہو لیا تھا بربنائے تعصّب ایمان نہ لایا بلکہ اس اطمینان کے بعد ہی کہ وہی نبی آخر الزّمان ہیں جن کی حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے خبر دی ہے، جنگ کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔ آمادۂ پیکار ہونے والا ہی تھا کہ مسلمان اس کے بد ارادوں سے باخبر ہوگئے اور مسلمانوں نے اُس پر لشکر کشی کر دی۔ دونوں طرف سے بہادروں نے خوب دادِ شجاعت دی مگر کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک رات کو اعلان کرادیا کہ میں کل صبح علمِ جہاد ایسے شخص کے سپرد کروں گا جو خیبر فتح کرکے دم لے گا۔ حضرت مولا علی شیرِ خدا چونکہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے انہیں سرکارِ مدینہ ہی چھوڑ آئے تھے۔ یہاں خیبر کی فتح رکی پڑی تھی۔ ادھر شیرِ خدا مدینہ میں صبر نہ کرسکے اور اُسی صبح کو خیبر پہنچ گئے۔ چُنانچہ سرکار نے آپ کی دُکھتی آنکھوں میں لُعابِ دہنِ اقدس لگا دیا اور علمِ جہاد آپ کے سپرد فرمادیا۔ حضرت مولا علی شیرِ خدا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی خداداد شجاعت سے خیبر فتح کر ڈالا۔

فتحِ خیبر سے عرب میں یہود کی طاقت کا خاتمہ ہوگیا۔ پھر تو اسلام سارے عرب میں پھیل گیا۔ عرب کے تین طرف سمندر تھا اور عرب اُس وقت دو عیسائی حکومتوں اور ایک آتش پرست حکومت سے گھرا ہوا تھا۔ افریقہ اور روم کی دونوں حکومتیں عیسائی تھیں اور حکومتِ ایران آتش پرست تھی۔ سمندر تو اسلام کے فروغ کی خوشی میں لہریں لیتا رہا مگر اسلام کے ان تینوں ملکوں کی سرحدوں تک دفعتاً پھیل جانے سے ان تینوں حکومتوں کو اپنے مستقبل میں بڑے بڑے خطرے محسوس ہونے لگے۔ وہ یہ سمجھے کہ اگر اسلام کا سیلاب ہماری حکومتوں کی طرف بڑھا تو وہ ہماری حکومتوں کو بھی بہالے جائے گا۔

اُن کا یہ خیال اس وقت دُرست ہی تھا۔ اس واسطے کہ اُس وقت کا مُسلمان اخلاقِ کریمہ کا ایسا پیکر ہوتا تھا کہ اُسے دیکھ کر لوگ خود بخود اسلام قبول کرنے لگتے تھے۔ مسلمان کے حسنِ اخلاق کی وجہ سے اس وقت کے سمجھ دار متعصّب کافر چوکنّا رہتے تھے اور مسلمانوں سے اپنے عوام کی حفاظت کرتے تھے کہ مبادا مسلمان کے میل جول اور بات چیت سے کہیں ان میں اِسلام سرایت نہ کر جائے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ مسلمان جن ملکوں میں صرف بسلسلۂ تجارت آئے گئے اور اُن ملکوں پر مسلمان نے کبھی لشکر کشی نہ کی اُن میں بھی اِسلام پھیل ہی گیا۔ غرضیکہ اس اندیشے نے عرب کے اِرد گرد کی حکومتوں کو بہت چوکنّا کر دیا تھا۔ اپنی اپنی جگہ وہ سب اسلام کو ختم کرنے کے منصوبے بنانے لگی تھیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ ایک لشکر ملکِ شام کی طرف روانہ فرمانے کا اِرادہ فرمارہے تھے کہ آپ کو سفرِ آخرت درپیش ہوگیا۔ آپ اپنے اِس ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حکومت کے بڑے نازک دور میں سرکار کے اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا۔ اس لشکر کی فتوحات سے ان حکومتوں کے اور کان کھڑے ہوگئے اور سب نے اپنی تیاریوں میں بہت تیزی کر دی۔

سیّدنا عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت اور کفر کا سیلاب

سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانۂ خلافت جلد ہی گزر گیا۔ سیّدنا عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آغاز دورِ خلافت میں ان کے بد ارادوں کی جب خبر ہوئی تو آپ نے ملک کی حفاظت کے پیشِ نظر اپنی سرحدوں کو فوجی پڑاؤں سے مضبوط کر دیا۔ فارس، افریقہ اور ہر قلِ اعظم کی حکومتیں تو پہلے ہی مسلمانوں پر خار کھائے بیٹھی تھیں۔ جب انہوں نے سرحدوں پر اسلامی فوجوں کی نقل و حرکت دیکھی تو یکے بعد دیگرے یہ تینوں حکومتیں مسلمانوں پر پل پڑیں۔

یہ وہ وقت تھا جب مٹھی بھر عربوں کو دُنیا کی تین بڑی طاقتوں سے دست و گریباں ہونا پڑا تھا۔ اُس وقت ایک طرف مسلمان تھا اور دوسری طرف ایک دنیا تھی جو اسلام اور مسلمان کو مٹنے کے لیے اُمڈی چلی آرہی تھی۔ واہ ری جان بازی و سرفروشی، واہ رے تدبّر، واہ ری جنگی قابلیّت، واہ ری شجاعت، قابل جرنلوں نے ایسے حسنِ تدبیر سے کام لیا کہ وہ برابر اپنے حریفوں کو دباتے چلے گئے۔ ادھر مرکز سے خوراک اور سامانِ جنگ نیز کمک کی ایسی فراوانی رہی کہ مسلمان سپاہی کا بڑھنے والا قدم کہیں نہ رُکا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے اور سونے پر سہاگہ تھے۔ آپ مدینے میں رونق افروز تھے اور تینوں محاذوں پر آپ کی یکساں نظر تھی۔ ہر محاذ میں آپ ہی کے احکام پر عمل ہوتا۔ نیز سانڈنیوں کی ڈاک ہر محاذ اور مدینے کے درمیان چلتی رہتی۔ ہر فوجی افسر آپ ہی سے پیش قدمی کی اجازت لیتا۔ آپ جس شہر پر حملے کے احکام جاری کرتے اُسی شہر پر اسلامی فوجیں جھک پڑیں۔ لڑنے والوں نے ضرور جان کی بازی لگادی۔ مگر

امیر المؤمنین سیّد نا عمر کا نظم بھی ایسا نفیس تھا کہ ملک کے ملک فتح ہوتے چلے گئے اور کوئی رکاوٹ نہ ہوئی۔

اُس وقت کا مسلمان ایک شیر تھا اور دنیا بھر کی طاقتیں اُس کی نگاہ میں بھیڑ بکری کے گلّے سے زیادہ نہ تھیں۔ دشمن کی کثرت سے اُس کا جوہرِ شجاعت اور بھڑک جاتا تھا۔ ایران کے آتش پرستوں اور یورپ وافریقہ کے عیسائیوں نے مسلمانوں کو ختم کردینے کی کوشش میں کوئی کمی نہ کی۔ مگر پھر بھی اس جوشیلے مسلمان سے جنگ کرنے کا جو نتیجہ نکلا وہ دنیا نے دیکھ لیا۔ فارس وافریقہ کی دونوں حکومتوں کو مسلمانوں نے دورِ خلافت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ختم ہی کردیا۔ اور ہرقلِ اعظم کی حکومت سے شام، فلسطین اور ایشیا کوچک کا سارا علاقہ چھین کر اُسے سرحدِ یورپ تک دھکیل دیا۔ یہ وہ حیرت انگیز فتوحات تھیں جنہیں دیکھ کر دُنیا تو ششدر رہ گئی اور صف ملائکہ بے اختیار پکار اُٹھی۔ زندہ باد مجاہدینِ اسلام زندہ باد۔ زندہ باد عمر خلیفۂ خیر الانام زندہ باد۔ اِسلام پائندہ باد۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کی پشین گوئیاں

دورِ سرکارِ رسالت کی طرف پھر آیئے۔ جنگِ احزاب کے بعد (جو ۵ھ میں ہوئی تھی) چھوٹی چھوٹی جھڑپیں اور بھی ہوئیں، مگر کفّارِ مکہ جنگِ احزاب کے بعد پھر کبھی نہ اُبھر سکے مسلمانوں سے لڑکر انہیں بدر واُحد اور جنگِ احزاب میں جو تلخ تجربات ہوئے تھے اُن سے سارے مشرکینِ عرب کے جوش ٹھنڈے ہوگئے تھے۔ جنگِ احزاب کے بعد کشت وخون کا وہ گھمسان نہ رہا جو کسی کام کی مہلت ہی نہ دیتا۔ اب سیدِ عالم ﷺ کو اسلام کی تعلیم اور مسلمانوں کی تربیت کا کافی موقع مل گیا۔ آپ کے ذمۂ کرم پر تو مُسلمانوں کو كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ (آل عمران:۱۰۴) ترجمہ: ''تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔'' کا مِصداق بنانا تھا کہ مسلمان دنیا کو سدھارنے کے قابل ہوجائے۔ لہٰذا سرکار نے چند ہی روز میں مسلمانوں کو دین کی مکمل تعلیم دے دی۔ آپ نے مسلمانوں کو عبادت، معاملت، معاشرت، تہذیب، تمدّن اور حُسنِ اخلاق کے اعلیٰ اصول سکھائے اور جہانبانی ودارائی کے بہترین طریقے بتائے۔ فوجداری ومال ودیوانی کے جھگڑے چکانے میں عدل وانصاف کے طریقے تعلیم فرمائے، عبادت و ریاضت کے صحیح اصول بتائے۔ غرضیکہ مسلمانوں کو ہر طرح شاہراہِ ترقی پر لاکر کھڑا کردیا۔ چونکہ یہ سب کچھ رہتی دنیا کے لیے ہورہا تھا لہٰذا سرکارِ دوعالم ﷺ نے آنے والے حوادث سے بھی اسلامی دنیا کو باخبر کردیا تا کہ مسلمانوں کی آنے والی نسلیں کسی اچانک حادثے سے سراسیمہ نہ ہوں، نہ دھوکہ کھائیں۔ آپ نے مسلمانوں کو پہلے ہی بتادیا تھا کہ: ستفترق امتی ثلث وسبعون فرقة كلها في النار الا واحدة ترجمہ: ''میری امت تہتّر گروہوں پر بٹ جائے گی ایک کے سوا سب جہنمی ہوں گے۔'' اور اس اجمال کی کسی قدر تفصیل بھی موقع بہ موقع فرماتے رہے۔ فرماتے ہیں: يأتون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا آبائكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم اخرجه مسلم ترجمہ: ''آخر زمانے میں جھوٹے دجال آئیں گے تم پر ایسی باتیں پیش کریں گے کہ تم تو تم ہو تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سُنی ہوں گی۔ اُن سے بچو اور اُن کو دُور ہی رکھو۔ تمہیں گمراہ نہ کردیں، تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔'' اِس پیش گوئی میں سرکار نے آخر زمانے میں دجالوں کے آنے کی خبر دی ہے اور ان سے دور رہنے کا حکم دیا ہے کہ کہیں تمہیں بہکانہ دیں اور جس فرقے سے اسلام کو زیادہ نقصان پہنچنے والا تھا اپنے خداداد علم سے اُس کے تفصیلی حالات اور بعض خصوصیات بلکہ فطری جذبات تک بتادیے۔ ایک روز آپ دربارِ رب العزّت میں دُعا فرمار ہے تھے: اللهم بارك لنا في شامنا اللهم بارك لنا في يمننا۔۔۔ الخ ترجمہ: ''اے اللہ! تو برکت دے ہمیں ہمارے شام میں، اے اللہ! تو برکت دے ہمیں ہمارے یمن میں بعض حاضر الوقت صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ وفی نجدنا یعنی اِس دُعا خیر وبرکت میں نجد کو بھی شامل فرمالیجیے۔ آپ نے شام ویمن کے لیے بار بار دُعا فرمائی اور ان صحابی نے نجد کو شاملِ دُعا فرمانے کا ہر بار اصرار کیا۔ آپ نے نجد کو شاملِ دُعا نہ فرمایا بلکہ ختمِ دُعا کے بعد ان کی طرف متوجّہ ہوکر نجد سے نفرت وبیزاری کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا۔ هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان ترجمہ: ''اس جگہ (نجد میں) زلزلے وانقلاب آئیں گے اور فتنے اُٹھیں گے اور وہیں سے شیطان کی سنگت ظاہر ہوگی۔''

نجد سے فتنوں کا اُٹھنا اور (دین میں) زلزلے آنا اور وہیں سے شیطان کی سنگت کا ظاہر ہونا سرکارِ دوعالم ﷺ نے دنیائے اسلام کو بتایا۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان نے دارالندوہ میں اپنا وطن بھی نجد ہی بتایا تھا۔ اسی بنا پر وہ دارالندوہ میں شیخ نجد ہی کہلایا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں ایک روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے: کان یری رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم ابلیس فی صورۃ الشیخ النجدی۔ ترجمہ: "سرکارِ دوعالم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شیطان کو جب کبھی دیکھا تو شیخ نجدی ہی کی صورت میں دیکھا۔"

غرضیکہ شیطان کا شیخ نجد ہونا ناقابلِ انکار حقیقت ہے اور نجد کی تاریخ بھی ابتداے اسلام سے آج تک یہ بتاتی ہے کہ نجد اس کا بڑا موزوں وطن تھا۔ اس لیے کہ وہاں علما و اولیاے کرام کی بڑی کمی رہی ہے۔ اسی وجہ سے نجد کا نام صدیوں تک حجابِ گمنامی میں رہا۔ وہ تو نجد میں اگر لیلیٰ مجنوں نہ پیدا ہو جاتے تو شاید کوئی واقف بھی نہ ہوتا کہ نجد بھی جزیرۃ العرب کا کوئی حصّہ ہے۔ نجد کی شہرت پہلے تو لیلیٰ مجنوں سے ہوئی۔ پھر اس کی مزید شہرت کا دروازہ اب تیرھویں صدی کے آغاز میں کھلا جب کہ حسبِ ارشادِ سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرن الشیطان کا وہاں سے ظہور ہوا۔ دنیاے اسلام کا گوشہ گوشہ پہلے حرمین شریفین میں ابن عبدالوہاب اور اُس کے گروہ کے نادر شاہی قتلِ عام سے اور پھر اس کے وطنِ نجد سے واقف ہو گیا۔ ابن عبدالوہاب کی اور اُس کے گروہ کی خوں ریزی اور سفّاکی نے نجد کو تاریخِ عالم میں جگہ دلوادی۔ سرکارِ دوعالم ﷺ بار بار، طرح طرح سے اس نجد سے اُٹھنے والے فتنے کی خبر دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ کئی بار اپنے خطبوں میں آپ نے فتنے کی سمت بتائی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سُنیے: عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما انہ سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو مستقبل المشرق یقول الا ان الفتنۃ ھھنا حدیث یطلع قرن الشیطان۔ بخاری۔ ترجمہ: "حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے خود سنا جب کہ رخِ انور سرکار کا پورب کو تھا، فرمارہے تھے: بیدار ہو جاؤ کہ فتنہ اس جگہ ہے۔ یہاں سے شیطان کی سنگت ظاہر ہو گی۔" بخاری

یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سرکارِ دوعالم ﷺ کا ایک فرمان یوں بھی روایت کرتے ہیں: عن عبداللّٰہ ابن عمر قال قام فینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی المنبر فقال ھھنا ارض الفتن واشار الی المشرق حیث یطلع قرن الشیطان اخرجہ الترمذی۔ ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ ہم میں سے اٹھ کر سرکارِ دو جہاں ممبر شریف پر رونق افروز ہوئے اور پورب (جس طرف نجد ہے) کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ ہے سرزمینِ فتنہ یہیں سے شیطان کی سنگت ظاہر ہو گی۔" (ترمذی شریف)

سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس فتنے سے بچنے کے لیے اس گروہ کی بعض نشانیاں اور اپنے وعظوں میں بعض حالات بھی بیان فرمائے۔ حضرت ابو سعید خدری نے کسی موقع پر اسی فرمان کے ساتھ اتنا اور بھی سنا: یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون عن الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لا یعودون فیہ حتی یعود السھم الی فوقہ قیل ماسیما ھم قال سیما ھم التحلیق۔ اخرجہ البخاری۔ ترجمہ: "قرآنِ پاک پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نہ اُترے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر ان کا مسلمان ہونا ایسا ہی ناممکن ہو گا جیسے تیر کی واپسی اوپر کو ہو۔ عرض کیا گیا ان کی نشانی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا سر منڈا ہونا۔" بخاری شریف۔

بعض خلفاے راشدین نے بھی اس گروہ کے متعلق روایتیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وجاء فی حدیث عن ابی بکر ان الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ذکر فی بنی حنیفۃ قوم مسیلمۃ الکذاب وقال فیہ ان وادیکم لا یزال وادی فتن الی آخر الدھر لا یزال فی فتن من کذابھم الی یوم القیلۃ وفی روایۃ ویل للیمامۃ ویل لا فراق لہ۔ ترجمہ: "ایک حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس روایت میں بنو حنیفہ قوم مسیلمہ کذاب کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: بے شک ان کی وادی فتنوں کی وادی رہے گی آخر زمانہ تک اپنے کذاب کی بدولت یعنی روزِ قیامت تک (وہ یہی وادی نجد ہے)۔ ایک روایت میں ہے افسوس ہے یمامہ پر ایسا افسوس کہ کبھی ختم نہ ہو گا۔"

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بخاری شریف میں ہے جو سیّدنا عمر خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوم کی آپ بیتی ہے: عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ قال بینما نحن عند

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقسم قسما اتاہ ذوالخویصرۃ وھو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ اعدل فقال ویلك فمن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائذن لی ان اضرب عنقہ فقال دعہ فان لہ اصحابا یحقر احد کم صلوٰۃ مع صلوٰتھم وصیامہ مع صیا مھم یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ اخرجہ مسلم فی صحیحہ وفی روایۃ من ضیضئ ھذا اوعقب ھٰذا قوماً۔ ترجمہ: ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ (جعرانہ میں) مال تقسیم فرمارہے تھے (یہ غزوۂ حنین کا مالِ غنیمت تھا) اس حالت میں قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ آیا اور بولا یا رسول اللہ ﷺ انصاف کرو تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ بدنصیب! میں انصاف نہ کروں گا تو کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو تُو ٹوٹے میں رہے گا۔ پس حضرت عمر نے (جو وہاں موجود تھے) عرض کیا مجھے اجازت ہو تو میں اس کی گردن ماردوں۔ سرکار نے فرمایا چھوڑ دو اس کی ایک ٹولی ہوگی جس کی نمازوں کے مقابلے میں تم میں کا ہر ایک اپنی نمازوں کو حقیر جانے گا اور ان کے روزے کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر جانے گا(بظاہر روزے نماز کے بڑے پابند ہوں گے)۔ قرآن پڑھیں گے جو (گلے سے) نیچے نہ اُترے گا، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔“ صحیح مسلم شریف۔ دوسری روایت میں ہے: ”اس کے گھرانے والے یا اس کے بعد والی قوم ایسی ہوگی۔“

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے اس فرقے کا نسب معلوم ہوا اور دو انکشاف اور ہوئے۔ ایک تو یہ کہ آج جو اس فرقے کی عادت توہینِ سرکارِ رسالت کی پڑگئی ہے یہ اُس کی کوئی نئی خصلت نہیں بلکہ اس فرقے کے مورثِ اعلیٰ عبداللہ ذوالخویصرہ تمیمی کی سنّت ہے جو، اس کے ترکہ سے ان تک پہنچی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کا زہد و تقویٰ ایسا ہوگا کہ تم اپنے روزہ نماز کو ان کے روزہ نماز کے مقابلے میں حقیر جانو گے۔ (اس کے مخاطب خلیفۂ دوم سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں) اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا عمر کے نزدیک ان کی سزا قتل ہے جو اس وقت مصالح قدرت کے پیشِ نظر روک دی گئی، مگر باجود اس زہد و تقویٰ کے دین سے وہ تیر کی طرح نکل ہی جائیں گے۔

حضرت مولا علی شیر خدا جیسے نفسِ قدسی بھی اس گروہ کے بعض حالات سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود روایت کرتے ہیں:قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سیخرج قوم فی آخر الزمان حداث الا سنان و سفھاء الا حلام یقول من قول خیر البریۃ لا یجاوز ایمانھم حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ (اخرجہ البخاری) ترجمہ: ”فرمایا شیر خدا نے کہ میں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ عنقریب آخر زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی جو کم سن اور ناتجربہ کار (بے وقوف) ہوگی، حدیث بیان کریں گے مگر ایمان اُن کے نرخرں سے نیچے نہ اُترے گا۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔“ (بخاری شریف)

حضرت سہل ابن حنیف سے بخاری شریف میں اور حضرت ابو ذر غفاری و حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو روایتیں ابنِ ماجہ میں مروی ہیں یہ سب روایتیں ملتی جلتی ہیں حضرت سہل ابن حنیف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یخرج قوم یقراء القرآن لا یجا وزتر اقیھم یمرقون من الا سلام مروق السھم من الرمیۃ۔ ترجمہ: ”میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ نکلے گی ایک قوم آخرِ زمانہ میں قرآن پڑھے گی مگر وہ ان کی گھاٹی سے نیچے نہ اترے گا۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔“

حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت میں انہیں الفاظ پر اتنا اور اضافہ ہے:یخرج فی آخر الزمان قوم حداث الاسنان وسفھاء الا حلام۔ ترجمہ: ”آخر زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی جو کم سن (ناتجربہ کار) اور بے وقوف ہوگی۔“

ان روایات سے چند باتیں معلوم ہوگئیں۔ قرآنِ پاک اُن کے حلق سے نہ اُترے گا اور باوجود بات بات پر حدیث پڑھنے کے دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے اتنا اور بھی سنا کہ یہ لوگ ناتجربہ کار اور احمق ہوں گے۔ اس گروہ کا سرکارِ دو عالم ﷺ کے خطبوں میں اور دربارِ

رسالت میں اکثر وبیشتر ذکر رہاہے۔ ایک مرتبہ صحابہ نے انہیں کے تذکرے پر عرض کیاماسیماھم یعنی اس گروہ کی علامت کیاہے۔ ارشادِ سرکارِ رسالت ہوا: سیماھم التحلیق یعنی ان کی نشانی سر منڈا ہونا ہے۔ یہ نشانی تو اس نجدی گروہ کے حق میں نصِّ قطعی کا حکم رکھتی ہے۔ علامہ سید عبدالرحمن اھدل مفتی زبید فرماتے ہیں کہ اس نشانی کے ہوتے ہوئے ابنِ عبدالوہاب کے کسی رد کی ضرورت نہیں۔

ابن عبدالوہاب نے وہابیوں کے جبریہ سرمنڈا کے دنیائے اسلام کو خود ہی بتا دیا کہ ان تمام پیش گوئیوں کا مصداق صرف وہ ہے۔ اس واسطے کہ دوسرے فِرقِ باطلہ میں سے کسی نے بھی سر منڈانے کا حکم نہ دیا، نہ سرمنڈانے پر ایسی سختی سے عمل درآمد کیا کہ نیا مرتد ہونے والا بغیر سرمنڈائے اس کی مجلس سے اُٹھانہ سکتا تھا۔ کسی کافر کو مسلمان کرنے کا تو اس کا ارادہ ہی نہ تھا اور نہ عرب میں اس وقت کوئی کافر تھا، وہ تو مسلمان ہی کو اپنے دینِ جدید میں داخل کرتا اور مرتد بناتا تھا۔ وہ اس حدیث سیماھم التحلیق کی تصدیق کے لیے ایسی سختی کرتا کہ جس مسلمان کو ڈرا کر یا لالچ دے کر اپنے نئے دین میں داخل کرتا اس کا سر منڈا کر ہی دم لیتا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ "یہ زمانۂ شرک کے بال ہیں ان کا منڈانا ہی ضروری ہے۔" حتّٰی کہ عورتیں بھی اس شرط سے مستثنٰی نہ تھیں۔ وہ بھی وہابیت اختیار کرتیں تو ان کے سر بھی زبردستی منڈا ہی دیے جاتے اور جو حج پہلے کر چکا تھا جب وہ وہابیت کا بپتسمہ لیتا تو اس سے دوبارہ حج کراتا کہ "پہلا حج حالتِ شرک میں ہوا ہے لہٰذا نہ ہوا۔" ایک عورت سے جب سر منڈانے کو کہا تو اُس نے جواب دیا کہ تم اس دین میں داخل ہونے والے مردوں کی داڑھیاں منڈواتے تو عورتوں کی چوٹیاں منڈانا مناسب ہوتا اس واسطے کہ اسلام میں مرد کے لیے داڑھی اور عورت کے لیے چوٹی ایک ہی مرتبہ رکھتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب ابن عبدالوہاب سے نہ بن پڑا تو عورتوں کا سر منڈانا چھوڑ دیا۔ یہ سچ ہے کہ سر منڈانا حضرت مولٰی علی شیرِ خدا کی سنّت ہے، مگر عملاً اسے فرض کے برابر کر دینا دوسری نشانیوں کے ہوتے ہوئے از جانبِ قدرت سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دی ہوئی خبرِ غیب سیماھم التحلیق کی تصدیق ہی ہے۔

یہ لوگ اگر سنت کے دلدادہ ہوتے تو زیارتِ قبور کو شرک ہرگز نہ کہتے سرکارِ دو عالم ﷺ نے تو زیارتِ قبور کا حکم دیا ہے۔ اِرشاد فرماتے ہیں:انی نھیتکم عن زیارۃ القبور ان فزوروھنا (ترجمہ: میں نے تم کو زیارتِ قبور سے روکا تھا بیدار ہو جاؤ پس زیارتِ قبور کرو) یہ تو سرکاری حکم تھا اور عمل یہ رہا کہ خود سرکارِ دوجہاں اپنی والدۂ محترمہ بی بی آمنہ کی قبر پر قطع منازل (شدرحال) کر کے تشریف لے گئے۔ یہ وہی شدِرحال ہے جسے کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان دونوں میں شرک لکھا ہے۔ العیاذ باللہ۔ حضرت انس بن مالک کی حسبِ ذیل روایت نے تو یہ سب جھگڑے ہی ختم کر دیے۔ ابن عبدالوہاب اور اس کے سارے گروہ کا معاملہ بالکل صاف کر دیا۔ حضرت انس کا کہنا ہے کہ سرکارِ دوجہاں نے ارشاد فرمایا: سیکون فی امتی قوم یدعون الیٰ کتاب اللہ ولیس منافی شیئی۔ ترجمہ: "عنقریب میری اُمّت میں ایک قوم ظاہر ہو گی جو کتاب اللہ کی طرف بُلائے گی اور ہم سے اُس کا کوئی واسطہ نہ ہو گا۔" سرکار نے اپنے اس فرمان میں قرآنِ پاک کی طرف دعوت دینا بھی اس گروہ کی خاص نشانی بتائی ہے اور اس گروہ سے اپنی بے تعلقی بلکہ علیٰحدگی کا صاف صاف اعلان بھی فرمادیا ہے۔

احادیثِ مذکورۂ بالا میں بار بار ایک ہی گروہ کا ذِکر ہے۔ تمام احادیث کا فحوائے کلام یہ ہی بتاتا ہے۔ اس واسطے کہ سرکارِ دوعالم نے بارہا انہیں کے وطن کی سمت اور ان کے وطن کا نام پھر قبیلہ اور ان کی خاصی نشانیاں بتائیں، جو اب تک دنیا نے دیکھیں اور بارھویں صدی میں تو بالکل اُجاگر ہو گئیں۔ اب قیامت تک دنیا دیکھتی رہے گی۔ اگر کسی دوسرے گروہ کا ذِکر ہوتا تو سرکارِ دوجہاں اُس گروہ کی بھی تصریح فرمادیتے اور ہے بھی یہی کہ جس قدر نشانیاں سرکار نے بیان فرمائیں وہ سب ہی اس ایک گروہ میں پائی گئیں۔

ابن عبدالوہاب کی تعلیمات

شاید کسی کو کسی سے یہ کہنے کی اب بھی جرأت نہ ہوتی کہ وہ گروہ تم لوگ ہو۔ اگر سرکارِ دوجہاں کی ترکِ موالات (بائیکاٹ) یعنی لیس منافی شیئ کا اس گروہ کی طرف سے ترکی بہ ترکی جواب نہ دیا جاتا یعنی سرکاری ترکِ موالات کے مقابلے میں ادھر سے بائیکاٹ کا اعلان نہ ہوتا تو پہلے یہ حماقت ابن عبدالوہاب سے ہوئی کہ اس نے اس سرکاری اعلان (لیس منافی شیئ) کو اپنے ہی حق میں گالی سمجھا اور اپنی ہی شامتِ اعمال سے اس کا ترکی بہ ترکی جواب دے دیا۔ اس نے دنیائے اسلام کو

خود ہی بتادیا بلکہ یقین دلا دیا کہ (لیس منافی شئ) میں سرکار کارُوئے سخن اُسی کی طرف ہے۔ ابن عبدالوہاب نے ساری کتاب التوحید میں لیس منافی شئ ہی کا جواب دیا ہے۔ ملاحظہ ہو وہ کہتا ہے: ایھا المجانین لما لا تقولون یا اللہ و ھو معکم فای حاجۃ الی المجئ الی محمد والر جوع الیہ۔ ترجمہ: ''اے پاگلو (مسلمانو) یا اللہ کیوں نہیں کہتے حالانکہ وہ تمہارے ساتھ ہے ایسی حالت میں محمد کی طرف آنے اور ان کی طرف رُخ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔''

سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشاد (لیس منافی شئ) نے ابن عبدالوہاب کا دماغی توازن ہی بگاڑ دیا کہ اس کے سنتے ہی چور کی داڑھی میں تنکا والا مضمون ہوگیا۔ اس نے اپنی ساری کتاب التوحید میں لیس منافی شئ ہی کا جواب دیا۔ ابن عبدالوہاب کی ذہنیت کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے دو ایک عبارتیں بطورِ نمونہ یہاں نقل کر دوں۔ اُس کی تو ساری کتاب اسی رنگ سے بھری پڑی ہے: اما السابقون فاللات والعزیٰ والسواع و اماللاحقون فمحمدا وعلیا وعبدالقادر والکل سواء۔ ترجمہ: ''اگلے کافر (کفارِ مکّہ) لات وعزیٰ وسواع (یہ تینوں نام بتوں کے ہیں) کو پوجتے تھے اور یہ پچھلے کافر (مسلمان) محمد وعلی وعبدالقادر کو پوجتے ہیں او یہ سب برابر ہیں۔'' یہاں والکل سواء دونوں کے ساتھ لگ سکتا ہے اگر سابق ولاحق سے لگاؤ تو یہ معنیٰ ہوں گے کہ دورِ سرکارِ رسالت کے کفارِ مکّہ اور ابن عبدالوہاب کے وقت کے مسلمانانِ عرب خصُوصاً ساکنانِ حرمینِ طیبین معاذ اللہ کفر میں دونوں برابر ہیں اور اگر لات و عزیٰ و سواع سے لگاؤ تو ان بتوں کے مقابلے میں اُس کے عقیدے میں اِدھر سرکارِ دو عالم ﷺ اور حضرت مولا علی شیر خدا اور سیدی عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں تو یہ معنیٰ ہوئے کہ وہ تینوں بت اور یہ تینوں محترم ہستیاں معاذ اللہ بُت ہونے میں برابر ہیں۔ اب تو ابن عبدالوہاب مذہبی گالیوں پر اُتر آیا۔ اور کیا کہتا؟ بُت تک کہہ ڈالا اور مسلمانانِ عرب پر شرک کا لیبل لگا دیا۔ ایسے ہی موقع پر کھسیانی بلّی کھنبا نوچے کی مثل صادق آتی ہے۔ یہ ہے ہندوستان کے وہابیوں مودودیوں کے لیے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ۔

اِبن عبدالوہاب اور اُس کا گروہ اکثر کہتا تھا: حتی ان بعض اتبا عہ وھو یقول عصائی ھذہ خیر من محمد لانھا ینتفع بھافی قتل الحیۃ ونحوھا و محمد قدمات ولم یتو فیہ نفع اصلا۔ ترجمہ: ''یہاں تک کہ وہ اور اس کے پیرو کہتے تھے کہ ہماری یہ لکڑی بہتر ہے (معاذ اللہ) محمد (ﷺ) سے اس لیے کہ یہ سانپ مارنے میں کام آتی ہے اس کے اور بھی کام ہیں اور محمد ﷺ تو وفات پاگئے ان سے کوئی نفع نہ رہا۔'' اور یہ بھی کہتا تھا: انما ھو طارش وقد مضٰی ترجمہ: ''وہ ڈاکیہ جیسے تھے اور گزر بھی گئے۔''

تقویۃ الایمان

یہ تو ''کتاب التوحید'' کے چند نمونے تھے۔ نجدی کی دیکھا دیکھی میاں اسمٰعیل صاحب دہلوی نے بھی اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں اس نجدی والے ترکِ موالات کی بڑی تائید کی اور جگہ جگہ اس ترکِ موالات پر زور دیا ہے۔ حتّٰی کہ اس ترکِ موالات کی حمایت میں قرآنِ پاک کی کھلم کھلا مخالفت کی ہے۔ اب تقویۃ الایمان کے بھی چند نمونے ملاحظہ ہوں:

مولوی اسمٰعیل صاحب کا کہنا تقویۃ الایمان میں ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا خدا کے آگے چوڑھے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ اُسی تقویۃ الایمان میں ہے ''اللہ کی شان بہت بڑی ہے، سب انبیا اور اولیا اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔'' خداوندِ عالم کا فرمان ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (المنافقون:۸) ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے عزّت ہے لیکن منافق لوگ جانتے نہیں۔''

اس مذکورۂ بالا آیت کو دیکھیے اور مولوی اسمٰعیل صاحب کی ان دو ہی عبارتوں کو دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذاتِ کریم کے ساتھ جن کی عزتوں کا اعلان فرمارہا ہے یہ اُن سب کو خواہ انبیا و مرسلین ہوں یا اولیاے کاملین ہوں یا علما و صلحا ہوں معاذ اللہ ان کو چوڑھے چمار سے زیادہ ذلیل اور ذرۂ ناچیز سے کم تر بتا رہے ہیں اور ان کے سارے اُمّتی خواہ وہ غیر مقلّد ہوں یا وہابی، دیوبندی ہوں یا جماعتِ اسلامی والے مودُودی یہ ان سب کا راسخ عقیدہ بن گیا ہے۔ ورنہ علمائے اہلِ سنّت کی طرح اس عقیدے کے خلاف ان کی کوئی آواز تو اُٹھتی نہ کہ ان کی ان حماقتوں پر جگہ جگہ مناظرے اور ہر جگہ سختی سے ان بانیانِ توہین کی حمایت ہو رہی ہے۔

ہم نے اس آیت اور مولوی اسمٰعیل صاحب کی عبارت میں تطبیق کر کے جو مطلب نکالا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عزّت اللہ تعالیٰ کے لیے

اور انبیاء و رسل علیہم السّلام کے لیے ہے اور ان پر ایمان لانے والوں کے لیے اب چوڑھے چمار اور ذرّہ ناچیز سے کمتروں کی فہرست میں کفارہ گئے اور اس عقیدے کے لوگ رہ گئے۔ چھوٹے بڑے کی تفصیل بھی انہیں میں کرلی جائے گی۔ یوں قرآنِ پاک کی اس آیت اور تقویۃ الایمان کی عبارت میں تطبیق ہوسکتی ہے اور دونوں اپنی جگہ صادق آسکتی ہیں۔

سرکاری[۲] اعلان ہے مولوی اسمٰعیل صاحب بھی اسے اپنے ہی حق میں گالی سمجھے، اُسی پر وہ بھی بل کھاگئے اور غیظ و غضب میں آگئے۔ اُنہیں بھی اُس سرکاری اعلان سے ایسا سخت صدمہ ہوا کہ ان کے حواس باختہ ہوگئے۔ ان سے بھی غصّے میں وہی حرکتیں سرزد ہوئیں جو ابنِ عبدالوہاب کر گزرا تھا۔ انہوں نے بھی اپنی ساری کتاب تقویۃ الایمان میں اُسی سرکاری اعلان لیس منافی شئی کا جواب دینے کا التزام کیا ہے۔ آپ تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں: ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

مولوی اسمٰعیل صاحب ابن عبدالوہاب یا سیّد احمد کی طرح کم پڑھے یا بے پڑھے تو نہ تھے، مگر غصّے میں آپ بھی آپے سے باہر ہوگئے اور اس معاملے میں ابوجہل سے بھی بڑھ گئے۔ ابوجہل نے اپنے ہاتھوں کی کنکریوں سے کلمۂ طیبہ سُن کر سرکارِ دوعالم ﷺ کے اثر و اقتدار کو بلکہ اُس اختیار کو اعجازِ نبوت نہ مانا، جادُو بتایا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے تو سرے سے اختیار ہی کا اِنکار کر دیا۔ یہ تو عداوتِ سرکارِ رسالت میں ان حسابوں ابوجہل سے بھی بازی لے گئے۔ اور جوشِ غضب میں ربِّ العزّت کے ایسے مشہور فرمان کو انہوں نے نظر انداز کر دیا یا غصّے میں بھول گئے کہ جسے پڑھا بے پڑھا ہر مسلمان جانتا ہے اور مانتا ہے۔ تقویۃ الایمان کی مذکورۂ بالا عبارت کو اور اس فرمانِ رب العزّت کو دیکھیے: واذقال ربك للملئكة انی جاعل فی الارض خلیفة قالو اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال انی اعلم ما لا تعلمون ط۔ ترجمہ: ''اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، بولے کیا تو ایسے کو نائب کرے گا جو اُس میں فساد پھیلائے اور خوں ریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔ فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔''

یہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے رب العزّت نے فرمایا تھا، جس میں سیّدنا آدم علیہ السلام اور ان کی اولادِ امجاد کی خلافت کا اعلان فرمایا تھا۔ خود آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں جس قدر انبیاے کرام ہوئے وہ سب خلیفۃ اللہ فی الارضین ہوئے۔ یہ قرآنِ پاک کی آیت ہے اور اس کا واقعہ اس قدر مشہور ہے کہ پڑھے لکھے تو پڑھے ہوئے ہیں سنا سنایا بے پڑھے مسلمان بھی عموماً جانتے ہیں کہ انبیاے کرام کو رب العزّت نے اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

تشریح خلافت

''خلیفہ'' کے معنٰی قائم مقام اور جانشین کے ہیں اور رقبۂ خلافت میں خلیفہ کا بااختیار ہونا لفظِ خلیفہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ انگریزی دور میں نائب السلطنت یا خلیفۂ دولتِ برطانیہ وائسرائے ہوتا تھا تو وہ جہاں بانی و دارائی کے بہت سے اختیارات رکھتا تھا۔ اگر اختیارات نام کو نہ ہوں تو خلافت کا کوئی مفہوم ہی نہیں رہتا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ تو سید الانبیاء والمرسلین ہیں اور اس زمین میں رب العزّت کے خلیفۂ اعظم ہیں تو اختیارات بھی تمام خلفاے سابقین سے زیادہ ہی رکھتے ہوں گے۔ اُن کی نسبت مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کا جھنجھلا کے یہ کہنا کہ ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔'' یہ اُسی لیس منافی شئی کا جواب نہیں تو کیا ہے۔ غم و غصّہ میں ایسے حواس جاتے رہے کہ خلافتِ ربّانی کے منصب ہی کو بھُول گئے۔

دوسری بدحواسی یہ کی کہ سیدنا مولیٰ علی کا نام نامی بلاوجہ شامل کرلیا، جس سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی قضا شدہ نمازِ عصر کے وقت ادا میں ہونے کے لیے ڈوبے ہوئے سورج کا پلٹنا یاد آگیا۔ اس سے ہر شخص سمجھ جائے گا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے اختیارات زمین ہی تک محدود نہیں بلکہ ان کی دسترس آسمانوں پر بھی ہے۔ مولا علی شیر خدا نمازِ عصر قضا بھی پڑھ سکتے تھے، بلکہ جو نماز قضا ہوجائے اس کی قضا کسی دوسرے ہی وقت میں پڑھنے کا حکم بھی ہے، مگر نمازی کا دِل ادا ہی میں نماز پڑھنے سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ سیدنا مولا علی شیر خدا کی دلی خواہش بھی یہی ہو کہ میں اس قضا شدہ نماز کو ادا پڑھ لوں تو اتنے بڑے سورج کو (جو زمین سے بقول اربابِ ہیئت ایک سو ساٹھ ۱۶۰ درجے بڑا ہے) ڈوبنے کے بعد لوٹایا جاتا ہے۔ اور ان کی خوشی پوری کردی جاتی ہے۔ یہ کہہ کے نہیں ٹالا جاتا کہ اس عصر کو

کسی دوسرے وقت میں قضا پڑھ لینا اگر ایسا ہے تو آسمانی نظام میں یہ تغیّر صرف شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی سفارش سے ہوا۔

پھر دُعا کے وقت سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ عرض کرنا کہ "علی تیرے اور تیرے رسول کے کام میں تھے ان کی عصر قضا ہوگئی تو سورج کو پلٹا دے تاکہ علی اپنی نمازِ عصر ادا کرلیں۔" کام تو صرف یہ تھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ مولا علی شیر خدا کے زانوں پر سرِ مبارک رکھے آرام فرما رہے تھے۔ حضرت مولا علی نے اپنے زانوں کو حرکت تک نہ دی کہ مبادا سرکار کے آرام میں فرق آئے۔ آپ کے آنکھوں دیکھے عصر کا وقت ختم ہوتا رہا اور ختم ہو بھی گیا۔ تو اس میں مولیٰ علی شیر خدا نے خدا کا کیا کام کیا بلکہ بظاہر خدا کے فرض کا وقت آنکھوں دیکھے گزر جانے دیا۔ اس واقعے کو خدا کا کام فرمانا اس شدّتِ اتصال اور منصبِ جلیل کی خبر دیتا ہے کہ جس کے ہوتے سرکارِ دو عالم ﷺ کے اختیارات کی کوئی تحدید نہیں کی جاسکتی مگر مولوی اسمٰعیل اور ان کے گروہ سے ایسی غلطیاں سرزد ہونا اچنبا کی بات نہیں جب کہ ان کے حق میں سرکار ہی فرما چکے۔ حداث الاسنان وسفھاء الا حلام کم سن (ناتجربہ کار) اور بے وقوف اگر ایسا ہے تو ان کی ہر بات ناتجربہ کاری اور بے وقوفی کی ہونی ہی چاہیے۔

آسمان تک سرکارِ دو عالم ﷺ کی دسترس ہونا یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے معجزۂ شق القمر ہی کو لے لیجیے کہ جس کی قرآنِ پاک نے بھی شہادت دی کہ سرکار کی ایک انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور چاند کے دو ٹکڑے صرف عرب ہی میں نہیں بلکہ عجم میں بھی دیکھے گئے۔ سیدِ عالم ﷺ کے اختیارات اور زمین سے آسمان تک مخلوقاتِ الٰہی پر آپ کی حکمرانی کی اس سے واضح کوئی مثال نہیں ہوسکتی کہ انگشتِ مبارک کا اشارہ پاتے ہی چاند دو ٹکڑے ہوجاتا ہے۔ یہ وہ اعجاز تھا جو عرب و عجم میں جگہ جگہ دیکھا گیا اور دنیا بھر میں تہلکہ پڑ گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے باختیار خود خدا داد قدرت سے چاند کو دو ٹکڑے کرکے دکھا دیا ہے۔ اسی سلسلے میں ہندوستان سے بھی تحائف جانے کا ذکر تاریخوں میں ہے۔

اب ذرا اُس عبارت کو پڑھیے جو مولوی اسمٰعیل صاحب لکھ مرے اور سارا گروہ اس پر ایمان لے آیا کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" کیوں وہابی، ندوی، مودودی صاحبان! یہ ہوئی اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور تجدیدِ اسلام؟ ان حسابوں تو آپ لوگوں نے اسلام کے میٹنے ہی کا نام اسلام کی تجدید اور اسلام کی نشأۃِ ثانیہ رکھ دیا ہے۔ مکّے کے مشہور کافر ابوجہل نے تو کنکریوں کی شہادت سے انکار نہیں بلکہ شہادت کو مانتے ہوئے جادوگری بتایا تھا۔ اُس کے بعد میں ہونے والے آبائے جہل نے تو غضب ہی کردیا کہ تمام معجزات اور کرامتوں کے متعلق ایک قانون پاس کردیا کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" سارے کے سارے معجزے اور کرامتیں ان کے خیال میں ردّی ہوگئے۔ معاذ اللہ بارہ سو برس کے بعد دین میں ایسی شان کی نشأۃِ ثانیہ کرکے مولوی اسمٰعیل صاحب شیخ الاسلام اور امیر شریعت وغیرہ وغیرہ بنے ہیں۔

سب سے بڑی فرقہ واریّت کا آغاز

اب جو لوگ ان شاتمانِ سرکارِ رسالت (علیہ افضل الثناء والتحیۃ) کو اسلام میں ٹھونسنے کی کوشش کررہے ہیں انہیں یہ ایک بڑی مصیبت پیش آرہی ہے کہ وہ کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان کے ہر ہر جملے کی تاویل کہاں تک کریں۔ کسی بندۂ خدا سے احیاناً عمر میں دو ایک جملے ایسے نکلے گئے ہوں کہ جن کی تاویل ہوسکے تو کرلی جائے۔ یہاں تو اوّل سے آخر تک توہین کی بھرمار ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں سرکارِ دو عالم ﷺ کا وقار کم کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر فرقہ واریّت پیدا کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑنے کے بعد ایک گروہ کو آسانی سے اپنایا جاسکتا ہے تو وہ ہو کر رہا۔

یہ عقائد کی کتابیں کہی جاتی ہیں تو بابِ عقائد کے کسی ایک مسئلے پر ان میں سیر حاصل بحث کہیں نہیں ملتی۔ اوّل سے آخر تک دو ہی مضمون ملتے ہیں۔(۱) سرکارِ دو عالم ﷺ کی توہین (۲) کفّار و مشرکین کے بارے میں جو آیتیں اتری ہیں انہیں مسلمانوں پر ڈھالنا اور مسلمانوں کو مشرک بنانا۔

پھر ایسی دریدہ دہنی ایسا طرزِ بیان، ایسے بے ہودہ مضامین بھلا دینیات کی کتابوں میں کہاں؟ یہ واقعی نئے دین کی دینیات ہے، جس کے دیکھنے والے خود فیصلہ کرلیں گے کہ یہ اسلامِ قدیم ہے یا کوئی جدید اسکیم ہے جس کے متعلق خود ابن عبدالوہاب اپنے خطبوں اور اپنی مجالس میں بارہا اعلان کرچکا ہے: اِنِّیْٓ اَتَیْتُکُمْ بِدِیْنٍ جَدِیْدٍ۔ ترجمہ:

"میں تمہارے پاس نیا دین لے کے آیا ہوں۔"

یہ ہم اُوپر بھی دکھا چکے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی عداوت میں ان دونوں کتابوں میں جگہ جگہ عَلَمِ بغاوت بلند کیا گیا ہے، میری ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ ان مضامین کو بغور پڑھیں اور حوالہ جات کو اچھی طرح جانچیں۔ اگر اس معروضے میں حق صریح پائیں تو اگر پہلے سے وہ شیطان کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اب توبہ کر لیں۔ توبہ میں دنیا کی شرم بدترین حماقت ہے۔ اس ذلّت و رسوائی سے بچیے جو کل اوّلین و آخرین کے سامنے ہونے والی ہے۔ وہ انتہائی دردناک اور بے حد شرمناک ہے۔

تاریخ اِسلام کا ایک دردناک باب

اِس معاملے کو صرف سمجھ لینے کے لیے جن چند احادیث کی ضرورت تھی وہ اوپر ذِکر کر دیں جو ازاوّل تا آخر سرکارِ دو عالم ﷺ کی پیش گوئیاں ہیں اور ان کے علوم غیبیہ کا ایک مختصر نمونہ ہے۔ اب یہ کہ ان پیش گوئیوں کے ساتھ ان وہابیوں نے کیا معاملہ کیا اور تاریخ عالم نے ان پیش گوئیوں کا کیسا احترام کیا ملاحظہ ہو یہ امر وز اقصہ طلب ہے تفصیل کے لیے تاریخ اسلام دیکھ لیجیے یہاں مختصراً عرض ہے۔

سترھویں صدی عیسوی کا آخری دور تھا۔ انگریزوں اور ترکوں میں کشیدگی بڑھ رہی تھی۔ انگریز ترکوں کے قدیمی دشمن روس کا حلیف ہو چکا تھا اور ترک بھی انگریزوں کے خون کے پیاسے نپولین سے معاہدہ کر چکے تھے۔ اسی دوران میں سلطان سلیم ثالث نے اپنی فوج کو جدید اصولِ جنگ کی مہارت کرائی جس کے لیے نپولین نے اپنے افسرانِ فوج بھیجے۔ ترک فوج اُن سے قواعد پریڈ اور اصولِ جنگ سیکھتی رہی۔ ترک سپاہی اُس وقت تک اپنی پُرانی قومی وردی پہنتے تھے۔ اب اُن کو فوجی وردی میں کوٹ پتلون دیے گئے تو اُنہوں نے پہننے سے انکار کیا کہ یہ نصاریٰ کا لباس ہے۔ اس پر بات اتنی بڑھی کہ آستانے کی فوج باغی ہو گئی اور رفتہ رفتہ یہ بغاوت ساری فوجوں میں پھیلنے لگی۔ انگریز کے آدمیوں نے اس بغاوت کو اُدھر ہوا دی، اِدھر انگریز نے نجد میں ابنِ عبد الوہاب اور امیر درعیہ (جو سعودی خاندان کا مورثِ اعلیٰ تھا) کو ملایا اور ان دونوں کو مذہب کی آڑ سے حکومت حاصل کرنے کے اصول بتائے۔ ابن عبد الوہاب نے پہلے نجد میں وہابیت پھیلائی جو ان صحرائی جاہلوں کے دِلوں میں آسانی سے اُتر گئی

پھر اُس نے دنیائے اسلام کو مشرک قرار دیا اور ان سے جہاد فرض بتایا۔ یہ وہ وقت تھا کہ عرب سے باغی فوجیں آستانے کی طرف سمٹ رہی تھیں۔ جب ترکی فوجیں عرب خالی کر گئیں تو انگریز کے اشارے سے ابنِ عبد الوہاب نے صرف مقاماتِ مقدّسہ پر حملہ کیا۔ ابن عبد الوہاب تو صرف انگریز کا آدمی تھا اور اسے دنیوی شہرت و عزّت اور دولت کی چاہت تھی۔ البتّہ امیر درعیہ اپنی چھوٹی سی ریاست کو ایک بڑی سلطنت بنانا چاہتا تھا۔ اس جذبے کے تحت اس نے بھی جہاد کا نعرہ بلند کیا۔

امیر درعیہ کی فوج اور نجدی درندوں نے پہلے طائف پر اور پھر مکّہ معظمہ و مدینۂ منوّرہ و کربلائے معلّٰی پر شدید حملے کیے علما جو وارثِ انبیائے کرام ہیں اور ساداتِ عظام جو سرکارِ دو عالم ﷺ کی بھاری امانت ہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر شہید کیے گئے۔ اور ان سب مقاماتِ مقدّسہ میں بڑا قتلِ عام ہوا۔ طائف میں تو شیر خوار بچے اپنی ماں کی گود میں ذبح کیے گئے۔ مخدّراتِ اسلام کی عصمت دری اور عام لوٹ مار اور قتل و غارت کا تین دن بازار گرم رہا۔ یہ وہ بقعۂ مبارکہ ہے جہاں حلال جانور کا شکار بھی حلال نہ تھا۔ وہاں بیت اللہ اور یہاں بیت الرسول میں پناہ لینے والوں کا خون بڑی بے دردی سے بہایا گیا اور حرمینِ محترمین کی پاک دامن بیبیاں تین دن کے لیے نجدی درندوں پر عصمت دری کے لیے حلال کر دی گئیں [۲]۔ یہ ہے ہندوستان کے وہابیوں، ندویوں، مودودیوں کے نزدیک اسلام کی تجدید اور اس کی نشاۃِ ثانیہ۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ عام نجدی دنیائے اسلام کو مشرک ہی سمجھتے تھے۔

ابن عبد الوہاب کے گروہ کا سلطنتِ عثمانیہ پر حملہ کرنا اور ان میں بھی مقاماتِ مقدسہ کا انتخاب انگریز ہی کی ذہنیّت تھی اور صرف انگریز ہی کے بل بوتے پر تھا۔ ورنہ کہاں ایک قبیلے کا شیخ اور کہاں سلطنتِ عثمانیہ۔ یہ ہرگز سمجھ میں آنے کی بات نہیں کہ اتنی بڑی سلطنت سے چھیڑ چھاڑ اُس نے اپنے بل بوتے پر کی ہو اور اس پر یہ جرأت کہ سلطان المعظم کو بھی اس نے اپنے نئے دین کی دعوت دی اور پھر مقاماتِ مقدّسہ کا اِن مظالم کے لیے انتخاب یہ ساری اسکیم کا فر انگریز ہی کی تھی۔ نام کا مسلمان بھی جسے کسی طرح گوارا نہ کر سکتا تھا۔ دشمنی، کفر یا لالچ یہ ہی تینوں ایسی بے غیرتی کا سبب ہو سکتے تھے تو یہاں تینوں فراہم تھے۔ انگریز کی اسلام دشمنی اور اس کا کفر اُن کا مشیر

تھا اور ان کا لالچ اس کے مشورے کا مؤید تھا۔ اس وقت تک وہابیّت ایک اسکیم تھی کوئی دین نہ تھا۔

بعض احادیث میں قرناء الشیطان بصیغۂ تثنیہ وارد ہے یعنی سرزمینِ نجد سے شیطان کی دو سنگتیں ظاہر ہوں گی۔ علما و مورّخین اس کی تفصیل میں پہلا نام مسیلمہ کذاب کا اور دوسرا نام ابنِ عبدالوہاب کا لیتے ہیں۔ بعض تاریخوں میں انہیں روایتوں کی بنا پر اس کے وطن کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: ویخرج فی آخر الزمان فی بلدۃ مُسَیْلِمَۃَ رَجُلٌ یُغَیِّرُ دِیْنَ الْاِسْلاَمِ ترجمہ: "اور آخر زمانہ میں مسیلمہ کذاب کے شہر میں ایک شخص نکلے گا جو دینِ اسلام کو بدل ڈالے گا۔"

تاریخ کے اس جملے کی اگرچہ شریعت میں کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، مگر تاریخی حیثیت سے بعد میں ایک واقعے کی تائید ہونا اور صدیوں پہلے صفحاتِ تاریخ میں اس کا ذکر پھر تائید یا تصدیق بھی اِس شان سے کہ مُخبر عنہ ہی کی زبان اور سارا کردار اس کی تصدیق پیش کرے۔ یہ تاریخی حیثیت سے کہیں بالاتر ہے۔ چنانچہ ابنِ عبدالوہاب نجدی کا اپنے وعظوں اور خطبوں میں باربار یہ اعلان کرنا کہ انی اتیتکم بدین جدید (میں تو تمہارے پاس نیا دین لے کے آیا ہوں) ابنِ عبدالوہاب نے اتنا کہنے پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ اس نے اپنے تمام اقوال و افعال کو اسلام سے جدا ہی دکھایا ہے۔ اس کے بعد بھی اس کو مسلمانوں میں شمار کرنا یہ اسلام میں ٹھونس نہیں تو کیا ہے؟ وہ اسلام سے یہ کہہ کر خود نکلا اور کروڑوں کو نکال لے گیا۔

اِس عقیدے کے لوگ ہندی ہوں یا نجدی، وہ آج بھی اندرُونِ خانہ دنیائے اسلام کو مشرک ہی جانتے اور مانتے ہیں اور دلوں میں مسلمانوں سے غیر مسلموں جیسا تعصّب بھی رکھتے ہیں۔ بظاہر کتنے ہی شیر و شکر ہو جائیں مگر حکمِ خدا ٹل نہیں سکتا۔ آیۂ کریمہ وما تخفی صدورھم اکبر۔ (ترجمہ۔ اور جو (غیظ و غضب تم سے) وہ دِل میں چھپائے ہیں وہ بہت بڑا ہے) کا مظہر کبھی نہ کبھی ضرور ثابت ہوں گے۔ اس وقت ان کا اخلاق اور ان کی رواداری صرف وقت کی ناسازگاری کی وجہ سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے انہیں مسلمانوں سے اپنی فطری جہاد کے لیے صرف وقت کی سازگاری کا انتظار ہے اس واسطے کہ مذکورۂ بالا احادیث اور اس آیۂ کریمہ پر عمل کر کے دکھانے کے لیے منافقین قدرتی طور پر مجبور ہیں۔ حرمینِ محترمین اور صوبہ سرحد میں تو اسی مجبوری سے عمل ہوا۔

ان کا تقیہ بھی اپنی مثال نہیں رکھتا۔ اسی لیے قدرت نے ان کی صورتوں کو خشکی اور بدرونقی سے کسی قدر ممتاز ہی کر دیا ہے۔ یہ قدرتی امتیاز تقیّہ کی لعنت کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور تقیہ ہی کی نشانی ہے۔ ان کا قائد اور شیخ الاسلام جب حرمِ محترم میں فاتحانہ داخل ہوا ہے اور اس کی نظر مزارِ اطہر پر پڑی۔ اس وقت مزارِ اطہر کی طرف اشارہ کر کے وہ اپنا راسخ عقیدہ اور دل کی بات کہہ گیا تھا ھذا صنم اکبر (یہ سب سے بڑا بُت ہے) معاذ اللہ۔ یہ نجدیوں کے قائد کا اور ان کا راسخ عقیدہ ہے، مگر آپ پر کبھی ظاہر بھی نہ ہونے دیں گے۔ مزارِ اطہر کو صنمِ اکبر کہنے کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ مسلمانوں کے اس مرکزی نقطے کو وہ صفحۂ ہستی سے میٹ ہی دینا چاہتے ہیں، مگر انشاء اللہ اسے ہاتھ بھی نہ لگا سکیں گے۔

مقاماتِ مقدّسہ کا قتل و غارت جوان کی میٹھی مراد تھی۔ جو طائف سے شروع اور کربلائے معلیٰ پر ختم ہوا۔ حرمینِ شریفین کی لوٹ مار اور قتل و غارت کے مختصر حالات آپ کو اگلے اوراق میں بتائے گئے ہیں۔ عرب مورّخ نے کربلا و طائف کے جو حالات بیان کیے ہیں اُس کا ترجمہ سُنیے: کربلا میں نجدی بہ جبر داخل ہوا۔ وہاں نہتّوں کو اس نے قتل کیا اور اپنے لشکر کو لوٹ مار کی عام اجازت دے دی۔ سیّد الشہدا کے مزار شریف کا بھی سامان لوٹ لیا اور شہر کو تباہ کر ڈالا۔ طائف میں جو قتلِ عام ہوا ہے اس کی دوسری مثال کسی مذہب و ملّت میں ملنا دشوار ہے۔ وہاں شیر خوار بچے ماؤں کی گود میں ذبح کیے گئے اور مخدراتِ اسلام بھیڑ بکری کی طرح ایک کھوڑ میں بند کر دی گئیں اور جو کچھ ان کی بے حرمتی ہوئی وہ بھی مؤرّخ بیان کرنے سے قاصر رہے اور یہ کہہ کر ٹال گئے کہ یطول الکلام بذکرہ کہ اس ذِکر سے بات لمبی ہوتی ہے۔ واہ رے ندویوں، مودودیوں کے شیخ الاسلام اور مجدّد! تو نے مسلمانوں کا مال و دولت و عزّت لوٹ کے اور بے گناہوں کا خُون بہا کے اسلام کی نرالی نشأۃِ ثانیہ کر ڈالی۔

علامہ شامی کا بیان

خیر اس سارے قتل و غارت کے بعد وہ درعیہ لوٹ گیا۔ اب دنیائے اسلام کے ایک مسلم الثبوت فقیہ اور متبحر عالم علّامہ شامی کا بیان سنیے وہ اپنی کتاب "ردالمحتار حاشیہ درِّ مختار" میں فرماتے ہیں:

کماوقع فی زماننا فی اتباع ابن عبدالوھاب الذین قد خرجوامن نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانواینتحلون مذھب الحنابلة لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون و استباحوا بذلك قتل اھل السنة وقتل علمائھم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین و مأتین والف۔ ترجمہ: ''جیسا کہ ہمارے زمانے میں ابن عبدالوہاب کے پیروؤں میں ہوا وہ نجد سے نکلے اور حرمینِ شریفین پر مسلّط ہوگئے۔ وہ حنبلی ہونے کا حیلہ کرتے تھے۔ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ سب مشرک ہیں۔ اس عقیدے کی وجہ سے وہابیوں نے اہلِ سنّت اور ان کے علما کا قتل مباح قرار دیا۔ یہاں تک کہ رب العزّت نے ان کی شوکت توڑدی اور اُن کے شہروں کو اوجڑ کر دیا اور ان پر اسلامی فوجوں کو فتح دی۔ یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔''

اس سے بڑی شہادت اس امر کی کیا ہوگی کہ نجدی مذہب والے ساری دنیاے اسلام کو مشرک سمجھتے ہیں۔ یہ علامہ شامی کا بیان ہے اُنہیں کے حاشیۂ شامی میں موجود ہے اس کتاب سے ہندوستان کے وہابی بھی اپنے فتووں میں سند لیتے ہیں۔ چنانچہ ابن عبدالوہاب کے اس عقیدے کی تصدیق اسی کی کتاب ''کتاب التوحید'' سے بھی ہوتی ہے وہ خود کہتا ہے کہ: مشرکو اذلك الزمان اخف کفرامن مسلمی ھٰذا الزمان۔ ترجمہ: ''دورِ رسالت کے مشرکین (ابوجہل وابولہب وغیرہ) کا کفر اس زمانے (دورِ عبدالوہاب) کے مسلمانوں سے ہلکا تھا۔'' یہ یاد رہے کہ نجدی کی یہ رائے مسلمانانِ عرب خصوصاً ساکنانِ حرمینِ محترمین یا بعض دیگر مقاماتِ مقدّسہ کے مسلمانوں کے متعلق تھی۔ اس واسطے کہ وہ دیہاتی جاہلوں کی طرح محدود معلومات کا آدمی تھا۔ اسے پورے عرب کا حال بھی معلوم نہ ہوگا۔ ظالم نے عرب و عجم کے سب مسلمانوں پر شرک کا لیبل لگا دیا۔ یہ حکمِ شرک جب لگا تو اندھے کی لاٹھی کی طرح ساری دنیا پہ گھوم گیا۔ اس کی زد سے کوئی مسلمان بچ نہ سکا۔

کفر وشرک کے فتوے

درحقیقت ''کتاب التوحید'' اور ''تقویۃ الایمان'' ''کفر وشرک کی دو مشین گنیں ہیں، جن کی بڑی لمبی مار ہے اور جہاں جہاں کتاب التوحید نے شرک کی بم ڈالے ہیں وہیں تقویۃ الایمان نے کفری گولے گرائے ہیں۔ ایسے موقع پر دونوں میں دینِ جدید والے احکامِ شرعیّہ ایک ہی ہیں۔ طرزِ بیان بھی ملتا جلتا ہے، بلکہ کتاب التوحید کے وحشیانہ طرزِ بیان کو تقویۃ الایمان میں بہت نباہا گیا ہے۔

یہ بھی اس گروہ کی خاص فطرت ہے کہ اپنی فطری معصیت کو دوسروں پر انڈیلتے ہیں اور اس الیچا اِچ کی دود ھواں دھار کرتے ہیں کہ ان کا ذاتی عیب اس دھواں دھار میں چھپ جاتا ہے۔ خود تو ساری کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان میں بلا استثنا ساری دنیاے اسلام کو کفر و شرک میں لتھیڑا تو کسی وہابی کو یہ نہ سوجھا کہ یہ کیا ہوا اور علماے اہلِ سنّت نے ان میں کے چند شاتمانِ سرکارِ رسالت علیہ افضل الثناوالتحیّۃ پر کفر کے فتوے دیے تو ہر جگہ پیٹ پکڑے پھرتے ہیں کہ بریلی میں تو کفر کی مشین لگی ہے۔ حالانکہ معدودے چند کی ادھر سے تکفیر ہوئی اور ان کی زندگی میں ہوئی۔ وہ اور ان کے حواری مدت العمر الزامِ کفر اٹھانے میں لگے رہے، مگر اُٹھا نہ سکے یہاں تک کہ ایک صاحب نے تنگ آکر وہ کفری عبارت ہی بدل ڈالی۔ کاش کہ پہلی عبارت سے توبہ کا بھی اعلان کر دیتے تو ان کا رب العزّت کے یہاں بھی معاملہ صاف ہوجاتا مگر یہ بات تو نصیب سے ہوتی ہے۔

تبدیلی کی رسم کتاب التوحید سے شروع ہوئی ہے۔ سنا یہ ہے کہ اس کے ہر ایڈیشن میں کچھ نہ کچھ تغیّر تبدل ہوجاتا ہے۔ ایک اور شرک کی بم ملاحظہ ہو، جو ابن عبدالوہاب نے دنیاے اسلام پر پھینکا۔ وہ کتاب التوحید میں رقمطراز ہے: اِنّی ادعوکم الی الدین و جمیع ماھو تحت السبع الطباق مشرك علی الا طلاق ومن قتل مشرکاً فلہ الجنۃ۔ ترجمہ: ''میں تمہیں دین کی دعوت دیتا ہوں اور جو مخلوق ہفت آسمان کے نیچے ہے وہ سب کی سب مشرک ہے اور جس نے مشرک کو قتل کیا اس کے لیے جنت ہے۔''

یہ ہے مسلم کشی کا وہ خونی فتویٰ کہ جس کی بنا پر مکّہ و مدینہ میں قتلِ عام کیا اور وہاں کے سادات و علما و صلحا کی گردنیں ماریں اور سید احمد و مولوی اسمٰعیل دہلوی نے مسلمانانِ سرحد کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اس فتوے کو جب جب اور جہاں جہاں عملی جامہ پہنانے کا موقع ملا کبھی نہ چوکے۔ خونی فتویٰ اب بھی وہی ہے ورنہ ترمیم شائع ہو جاتی۔ وہ تو حکومتوں کے آہنی پنجے کے سبب یا دیگر مصالح کی بنیاد پر

عملی جامہ نہیں پہنا رہے ہیں، رکے پڑے ہیں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے ابنِ عبدالوہاب سے اس کے دین کے بارے میں کچھ سوال جواب کیے، تو اس نے جن الفاظ سے بات کو مختصر کیا ہے، ملاحظہ ہوں: قال رجل آخر مرة هٰذا الدين جئت به متصل ام منفصل فقال حتی مشائخی ومشا ئخهم الی ست مأة سنة كلهم مشركون۔ ترجمہ: ''ایک شخص نے عبدالوہاب سے پوچھا یہ دین جو تم لائے ہو، رسولِ پاک کے زمانے سے مسلسل آرہا ہے یا بیچ میں کٹ گیا تھا؟ اس نے کہا کہ میرے پیر اور ان کے پیر تک چھ سو برس سے برابر مشرک ہوتے چلے آرہے ہیں۔''

ابن عبدالوہاب کا کہنا ہے کہ ۶۰۰ھ کے آغاز سے اس ۱۲۰۰ھ کے آغاز تک ان چھ سو برس میں میرے پیر اور ان پیروں کے پیر تک مشرک ہی ہوتے چلے آئے ہیں۔ ابنِ عبدالوہاب نے چھ صدی پہلے کے تمام مسلمانوں کو مشرک بتایا۔ اس شرک کی مشین گن کا کسی صاحب نے شکوہ نہ کیا۔ یہ کسی نے نہ کہا کہ نجد میں شرکی مشین لگی ہوئی ہے بلکہ ندوی صاحب اور مودودی صاحب نے اس جرأت اور بہادری پر اُسے شیخ الاسلام اور مجدّد کا خطاب دے رکھا ہے اور غالباً اپنے اسلام کی نشاۃ ثانیہ اسی سے کرائی ہے۔ دنیاے وہابیت کے سر اسی کی جناب میں جھکا دیے ہیں۔

یہ تو تھا وہابیت کے معلّمِ اوّل کا کارنامہ جس میں چھ صدی اگلے مسلمانوں پر شرک کا لیبل لگا۔ دورِ حاضر کے مسلمان شرک سے محروم رہے جاتے تھے۔ تو مولوی اسمٰعیل دہلوی سے نہ دیکھا گیا۔ انہوں نے ان الفاظ سے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ شروع کی۔ تقویۃ الایمان، ص ۵۴۔۵۵، مطبوعہ برقی پریس دہلی میں فرماتے ہیں۔ ''پھر اللہ آپ ایسی باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہے مر جائیں گے اور (صرف) وہی لوگ رہ جائیں گے جن کے دل میں کچھ بھلائی نہیں۔ سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا۔''

اسمٰعیل صاحب نے یہ آخری جملہ بڑھا کے کمال کر دیا کہ دنیاے اسلام کے ساتھ خود بھی کفر کی دلدل میں پھنسے اور اپنے ساتھ سید احمد صاحب کو بھی شامل کر لیا اور ان سب کو کافر کہہ دیا اس واسطے کہ انہوں نے مان لیا ہے کہ کفر کی ہوا چل چکی اور ایمان والے سب مر چکے۔ جو رہ گئے وہ سب بے ایمان کافر رہ گئے، جن میں وہ خود اور ان کے پیر صاحب بھی شامل ہیں۔ ابنِ عبدالوہاب نے بڑی ہوشیاری کی کہ چھ صدی پہلے کے سب مسلمانوں کو مشرک کہا اور خود کو صاف بچا گیا۔ یہ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اپنے کمپے میں خود لپٹ گئے۔ آخر تھے تو سفہاء الا حلام ہی۔ افسوس! انہوں نے اسی احمق کی سی حرکت کی کہ جس ٹہنے پر بیٹھا تھا اسی کو کاٹ رہا تھا۔ ٹہنا کٹ کر گرِا تو خود بھی نیچے آرہا۔ اس سے زیادہ سادہ لوحی کیا ہوگی کہ خود پر اور نیچے پیر پر فتوائے کفر لگائے بیٹھے ہیں۔

اتنا ضرور ہے کہ انہوں نے ہر جگہ اپنے شیخ الاسلام ابن عبدالوہاب کا ساتھ دیا ہے، بلکہ اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم چھوڑ کے اس کے قدموں پر آپڑے ہیں۔ ابن عبدالوہات نے چھ صدی کے مسلمانوں پر شرک کا لیبل لگا کر اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی اور ہندوستان کے ندویوں، مودودیوں سے مجدّد اور شیخ الاسلام کا خطاب خراجِ عقیدت میں حاصل کر لیا، مگر خود الزامِ شرک سے صاف بچ گیا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی نے بھی اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اپنے دور سے قیامت تک کے مسلمانوں پر فتوائے کفر کی چسپانی سے شروع کی، مگر اپنی سادہ لوحی سے خود بھی اس میں لبھد گئے۔

اب ذرا دیوبندی، ندوی اور جماعتِ اسلامی والے یعنی مودودی صاحبان اتنی وضاحت فرمادیں کہ انہیں نجد والے ''شیخ الاسلام'' اور ''امیرِ لشکر مجاہدین'' مولوی اسمٰعیل صاحب کے ان نادر شاہی فتووں سے انحراف تو نہیں ہے۔ ان کے عقیدے میں بھی معاذ اللہ ان چھ صدی کے مسلمان واقعی مشرک تھے اور بقولِ مولوی اسمٰعیل صاحب کیا انہیں کے دور سے بلکہ انہیں کی ذات سے وہ دورِ کفر و الحاد شروع ہولیا ہے، جس دور سے دنیا مسلمان کے وجود سے یکسر خالی رہے گی۔ اس واسطے کہ یہ الفاظ ''سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا'' مولوی اسمٰعیل ہی کے ہیں۔ ان حسابوں یہ ساری تبلیغیں اور طرح طرح کی تحریکیں جو آپ لوگوں میں چل رہی ہیں۔ اور ساری کی ساری تبلیغی اجارہ داریاں اس ہوا کے اثر سے کفر و ارتداد میں منتقل ہوچکی ہوں گی۔ اس واسطے کہ میر شریعت مولوی اسمٰعیل صاحب کے آنکھوں دیکھی وہ ہوا چل چکی ہے جس نے دنیا بھر کے ایمان کو یقیناً سلب کر دیا ہوگا۔ ہر ایمان والا اس کے اثر سے مر گیا ہوگا۔ اس ہوا کے چلتے ہی دنیا میں ایمان کا وجود نہیں رہتا۔ لہٰذا ۱۲۳۹ھ سے یہ دنیا

اسی دور انحاد سے گزر رہی ہے کہ اس وقت کی اور اس کے بعد کی جس قدر جدید تحریکیں، تبلیغیں تعلیمیں ہیں وہ سب کی سب کفر و ارتداد کے نشری اڈے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے مولوی اسمٰعیل صاحب نے جس دن سے وہ ہوا چلائی ان کے اور سارے گروہ کے ایمان کا چراغ گل ہو گیا اور ان جدید تحریکوں تبلیغوں سے جہنم کا ایندھن تیار ہونے لگا۔ یہ وہ اصولی بات ہے جسے ان کے گروہ کو تو ماننا ہی پڑے گا۔ اب ان کی وزافزوں تبلیغوں سے جہنم کا ایندھن ہی تیار ہو گا۔ اس واسطے کہ ۱۲۳۹ھ میں جوہرِ ایمان کو بقول مولوی اسمٰعیل دہلوی ہوا مار گئی۔

اصل لڑائی تو سر کارِ دو عالم ﷺ کے وقار کی ہے۔ ابنِ عبد الوہاب نے سرکارِ دوعالم ﷺ کا غیر معمولی وقار دیکھا اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر مسلمانوں کا راسخ عقیدہ پایا جو اس پر گراں گزرا، آگ بگولا ہو گیا مسلمانوں نے بربنائے حکمِ ربِ العزت منصبِ نبوت کا حصول بعد سرکارِ رسالت علیہ افضل التحیۃ والثنا بحال ہونے کا اعتقادِ جازم کر لیا اور نبی اللہ کی شخصیت کو دنیاے اسلام عامۂ بشریت سے بہت بالا تر سمجھتی ہے اس لیے اس نے سرکار ہی کی ذاتِ کریم پر ناپاک حملے شروع کر دیے۔

نبوّت کی اُمّید واری

اِس ساری خباثت کا سنگِ بنیاد منصبِ نبوّت کے لیے اس کی اپنی امید واری ہی تھی وہ خوب سمجھتا تھا کہ دنیا کی نظروں سے بغیر اس ذاتِ کریم کا وقار گھٹائے وہ تختِ نبوت پر قدم نہیں رکھ سکے گا۔ لہٰذا اس نے اپنی اس آرزو کے پیشِ نظر ارشاداتِ قرآن و حدیث کی بھی پروانہ کی۔ قرآن اور حدیث شریف کے مقابلے میں اُس کی تجدید و نشأۃِ ثانیہ ملاحظہ ہو: **ندویوں اور مودودیوں کے شیخ الاسلام ابن عبدالوہاب کتاب التوحید میں:** من اعتقدا لنبی وغیرہ ولیہ فھو و ابوجھل سواء۔ (جو شخص نبی وغیرہ کو اپنا سر دھرا سمجھے وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں)۔ **فرمانِ خداوندی قرآنِ پاک میں:** انما ولیکم اللہ و رسولہ (بے شک مسلمانو! تمہارا سر دھرا اللہ اور اس کا رسول ہے) ابنِ عبدالوہاب کے مذکورۂ بالا قول کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے ارشاد انما ولیکم اللہ و رسولہ پر ایمان لاؤ گے تو شرک میں تم اور ابو جہل دونوں برابر ہو جاؤ گے۔ **ابنِ عبدالوہاب کا قول کتاب التوحید میں:** من قال یا رسول اسئلك الشفاعة محمد ادع فی قضاء حاجتی یا محمد اسئل بك واتوجه الی الله بك وکل ان ناداہ فقد اشرك شرکا اکبر۔ ترجمہ: ''جس شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں سفارش کا۔ اے سرکار! خدا سے دعا کیجیے میری حاجت کے پورا ہونے کی۔ اے سرکار! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کے ساتھ میں خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور جو شخص بھی ایسی ندا کرے اس نے بڑا شرک کیا۔'' **اِرشادِ ربِّ العزّت قرآنِ پاک میں:** ولوا نھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجد و اللہ تو ابا رحیما۔ (اگر اُن لوگوں (مسلمانوں) نے اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے خدا سے مغفرت چاہی اور آپ نے بھی سفارش کر دی تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ ربِ العزّت نے اس آیۂ کریمہ میں طریقِ توبہ کی ہمیں تعلیم دی ہے اور خود ربِ العزّت ہی نے فرمایا ہے کہ توبہ کرنے والوں کو پہلے دربارِ رسالت میں اپنی توبہ پیش کر کے ہمارے پیارے رسول ﷺ سے سفارش کی درخواست کرنی چاہیے۔ اگر ہمارے رسول نے ان کی توبہ قبول کرنے کی ہم سے سفارش کر دی تو ہمیں توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

حضرت عثمان بن حنیف راوی ہیں کہ ایک نابینا کو سرکارِ دوعالم ﷺ نے حسب ذیل دعا خود تعلیم فرمادی۔ ان کی روشنی عود کر آئی: اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی توجھت بك الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی بی اللھم شفعهُ فِیّ ترجمہ: ''اے اللہ میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں اور تیری طرف میں نے تیرے نبی محمد کے ساتھ رخ کیا ہے۔ اے سرکار! میں آپ کی ہمراہی میں رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں اپنی اس ضرورت سے تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ اللہ ان کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔''

خداوندِ عالم تو اس توسل کو قبولِ توبہ کا ذریعہ بتائے مسلمانوں کو اس طرح توبہ کرنے کے لیے ابھارے اور ''دینِ جدید'' میں وہی توسل شرک قرار پائے۔ کیا یہ خداوندِ عالم سے کھلم کھلا بغاوت نہیں ہے؟ کیا یہی تجدیدِ دین اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہے؟ یہ سب وہی باتیں ہیں جن کی نسبت سرکارِ دو عالم ﷺ پہلے اِرشاد فرما چکے ہیں: یاتو نکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا ابائکم۔ ترجمہ: ''ایسی

باتیں کریں گے کہ نہ تم نہ تمہارے باپ دادانے سنی ہوں گی۔"

ابنِ عبدالوہاب کی اکثر باتیں اسلام سے ٹکراتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیخِ نجد ابلیسِ لعین کا صحیح جانشین ہوا ہے۔ جس نے دارالندوہ میں اپنا وطن نجد ہی بتایا تھا اس کا مقصدِ حیات یہی ہے کہ اولادِ آدم کو جنت الفردوس سے محروم ہی رکھے تو اس کی تحریک بھی دنیاے اسلام کو اسلام سے ہٹانا اور جہنم کا ایندھن تیار کرنا معلوم ہوتی ہے، جس سے رب العزت کے پسندیدہ دین کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس تحریک سے جہنم کو بہت سپلائی ہو رہی ہے اور "قومی اتحاد کا تو خاتمہ ہوچکا ہے۔" یہ اسلام میں وہ شگاف کیا گیا ہے جو کبھی پر نہ ہوگا بلکہ برابر بڑھتا ہی رہے گا، اس واسطے کہ کافر، مشرک، ملحد، مرتد ہی دنیا میں قیامت کے اسباب ہیں، تو قیامت جس قدر قریب ہوتی جائے گی اس کے اسباب یوماً فیوماً بڑھتے ہی جائیں گے۔ ان فرقِ باطلہ کا اس آخری دور میں ظاہر ہونا ہی آثارِ قیامت سے ہے اور ان کا سیلاب کی طرح تیزی سے پھیلنا قیامت کو قریب تر کرتا جارہا ہے اور ان اسباب سے بچنا ہی قیامت کی قیامت خیز مصیبتوں سے بچنے کی ضمانت ہے۔ اس وقت اس کا مقابلہ جہادِ اکبر ہے۔ جان برادرا! اگر معاملے کی اہمیت سمجھ لیے ہو تو اٹھو خود اس سیلاب سے بچو اور دوسروں کو بچاؤ۔ سرکارِ دو عالم کے ارشاد: ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم (ان سے دور رہو، ان کو دور رکھو، تمہیں گمراہ نہ کردیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں) کی تعلیم ہی تمہاری واحد پناہ گاہ ہے۔

میدانِ قیامت کا یہ نظارہ بڑا حیرت انگیز اور عبرت خیز ہوگا جس وقت ان عبادت گزار بندوں کے بڑے بڑے گلے جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ دنیا دیکھے گی اور انگشت بدنداں ہوگی کہ قائم اللیل اور صائم الدہر ہوتے ہوئے جہنم کے سر بفلک مشعلوں میں جھونکے جارہے ہیں اور البادی اظلم بانیِ توہین ابلیسِ لعین ان کے آگے آگے ہے جس کی کلمۂ توہین اخیر منہ سے فردِ جرم شروع ہوئی ہے۔ اس معصیت میں اس کی پیروی کرنے والے اور انبیاے کرام کی توہین کرنے والے اس کے ساتھ ہیں۔ افسوس! یہ کیسے مان لیا جائے کہ ابلیسِ لعین تو توہین کی پاداش میں جہنم واصل ہو اور دوسرے توہین کرنے والوں کو معاف کردیا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ مطلب یہ ہوا کہ چوڑھے چمار اور ذرّۂ ناچیز عزّت و وقار میں ان کے عقیدے میں انبیا و مرسلین سے زیادہ ہیں۔ یہ ہے وہ بات جو ہم نے تو کیا ہمارے تمہارے باپ دادانے بھی نہ سنی ہوگی۔ وہابی اور مودودی اسی تعلیم کو اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کہتے ہیں۔ یہ موقع امتحان کا ہے۔ اس میں سرکارِ دوعالم ﷺ سے ہماری محبت اور اسلامی غیرت کا امتحان ہے اگر ان شاتمانِ رسالت سے میل جول رکھا اور شیر و شکر رہے تو اللہ و رسول ﷺ سے ناتا ٹوٹ گیا۔ ۱۲۔

۲۔ اِرشادِ سرکارِ دوعالم ﷺ۔

۳۔ اس واقعے کو مسعود عالم صاحب ندوی نے اپنی کتاب "ہندوستان میں پہلی اِسلامی تحریک" کے ص۱۸ پر بڑے مزے لے لے کر بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "اسی سال اس کا بیٹا سعود بن عبدالعزیز بن محمد مکّۂ معظمہ میں فاتحانہ داخل ہوا اور حرم کو شرک و بدعت کی آلودگیوں سے پاک کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس کے بعد اہلِ نجد کے حوصلے بڑھ گئے۔ ان کی نگاہیں شام کی طرف اٹھنے لگیں اور تمام دنیاے اسلام کو دعوتِ توحید سے آشنا کرنے کا خیال ان کے دلوں میں گدگدی پیدا کرنے لگا۔ ان کی دینی غیرت اور قومی شجاعت کامیابی کی ضمانت تھی۔ شام اور عراق کے علاقوں پر کئی کامیاب حملے بھی کیے۔" ۱۲۔

۴۔ ابنِ عبدالوہاب کے ہم عصر علمائے کرام نے جو اس کے حالات لکھے ہیں ان میں لکھا ہے کہ جو لوگ اس کے پاس درعیہ سے باہر کے آکے رہتے انہیں مہاجر کہتا اور لوگوں سے کہلواتا اور درعیہ والوں کو انصار کہتا کہ وہ خود بھی عینیہ سے درعیہ گیا تھا۔ لہٰذا خود بھی سرکارِ دوعالم کی طرح مہاجرین میں شامل ہوگیا اور حالات بھی ایسے تھے جن سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ نبوّت کا نقشہ تیار کر رہا ہے۔ دعواے نبوّت کرے گا اور دینِ جدید لانے کا تو اعلان کرہی چکا تھا۔

وہ اکثر جھوٹے مدعیانِ نبوّت مسیلمہ کذاب، نجاح اسود عنسی وغیرہ کے مشن میں غور کرتا تاکہ ان کی ناکامی کے وجوہ معلوم کرے اور خود پہلے ان کا تدارک کرے اسے کھلم کھلا نبوت کا دعویٰ کرنے کا موقع ہی نہ ملا، حالاں کہ اُس نے اپنے خطبوں میں انی اتیتکم بدین جدید کہہ کر اپنی نبوت کی بنیاد رکھنا شروع کردی تھی اور چھ سو برس سے دنیا کو ایمان سے خالی بتا کر نئی نبوّت کے لیے فضا تیار کر رہا تھا۔ وہ تو بڑی خیریت گزری کہ وہ دعواے نبوّت نہ کرسکا۔ ورنہ ہندوستان میں جو گروہ آج اسے مجدّد اور شیخ الاسلام مانتا ہے وہ اس کی نبوت منوانے کے لیے خدا جانے کیا غضب ڈھاتا اور مسلمانوں کا کیسا قتلِ عام کرتا۔ آج جو اس گروہ میں ہیں یہ سب تو فوراً اس کی امتِ اجابت بن جاتے۔ ۱۲۔

♣ ♣ ♣ ♣ ♣

رسالہ در علم لوگارثم کے چند حواشی

پروفیسر محمد ابرار حسین (اسلام آباد)

علم ریاضی پر امام احمد رضا کو دسترس حاصل تھی۔ آپ نے درجنوں کتب اِس علم میں تحریر فرمائیں نیز بہت سی مشہور کتب پر حواشی بھی لکھے۔ امام احمد رضا کی علم ریاضی میں مہارت پر لکھنے والوں میں پروفیسر ابرار حسین کا نمایاں مقام ہے۔ چیمبرز تعلیمی نصاب کی علم لوگارثم سے متعلق کتاب کے ترجمے پر امام احمد رضا کے چند حواشی پر پروفیسر صاحب کا مضمون یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ عبید

امام احمد رضا کو کم و بیش پچپن (۵۵) علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ان میں سے تقریباً ۳۴ علوم و فنون انہوں نے ذاتی مطالعے سے حاصل کیے۔ علومِ ریاضی میں ان کی حیثیت مسلّم ہے۔ مولانا ظفر الدین بہاری کی مرتّب کردہ فہرستِ تصانیفِ اعلیٰ حضرت میں بہتر (۷۲) کا تعلق عام ریاضی سے ہے، جن کی تفصیل اس طرح ہے:

زیجات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷

جبر و مقابلہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴

علم مثلث، ارثماطیقی، لوگارثم۔۔۔۔ ۸

توقیت، نجوم، حساب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲

ہیئت، ہندسہ، ریاضی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱

یہ تصانیف کتب، رسائل، مقالات اور حواشی پر مشتمل ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ علم کا یہ بے پناہ ذخیرہ ابھی تک طباعت کا منتظر ہے۔ ریاضی اور سائنس کے بیشتر طلبہ چیمبرز (Chambers) کے ریاضیاتی جداول سے شناسا ہیں۔ ۴ اعشاریہ، ۵ اعشاریہ، ۷ اعشاریہ کے جداول عام دستیاب ہیں۔ اس ادارے نے ۱۸۷۸ء میں "چیمبرز تعلیمی نصاب" کے سلسلے میں بڑے جامع جداول شائع کیے جن کا سرورق کچھ اس طرح ہے:

"Mathematical Tables consisting of logarithms
of numbers 1 to 108000
Trigonometrical Nautical and other tables
Edited by Janes Pryde F.E.I.S.
W.R Chambers Ltd.
London and Edinburgh 1878"

۱۸۹۴ء میں اس کا نیا ایڈیشن شائع ہوا، جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ ۱۹۳۰ء میں اس کی نظر ثانی Walter F Robinson نے کی اور ادارت Archibald Milne نے کی۔ جداول کے شروع میں ان کی تشریحات تحریر کی گئی ہیں اور "رسالہ درِ علم لوگارثم" ان ہی تشریحات کا اردو ترجمہ ہے۔ ۱۸۹۴ء ایڈیشن میں ۶۸ جداول ۴۵۴ صفحات پر دیے گئے ہیں اور تشریحات کے ۴۲ صفحات ہیں۔ ترجمے میں ۶۴ جداول کی تشریحات ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ترجمہ اولین ایڈیشن کا ہے۔ ۱۹۳۰ء کے ایڈیشن میں تشریحات میں کہیں کہیں اضافہ کیا گیا ہے۔

صاحبِ ترجمہ کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے بغور اس کا دو تین مرتبہ مطالعہ کیا اور جگہ جگہ حواشی میں اپنے تاثرات درج فرمائے۔ ان حواشی میں مزید تشریحات کی گئی ہیں۔ متبادل مگر سہل طریقوں کو بتایا گیا ہے اور کچھ اغلاط کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

ان حواشی سے پتا چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو لوگارثم، علمِ مثلث اور متعلقہ علوم پر زبردست مہارت حاصل تھی۔ اس میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اعلیٰ حضرت نے کسی کالج یا یونیورسٹی میں مغربی کتب سے علومِ ریاضی کا اکتساب نہیں کیا، لیکن وہ جدید اور قدیم ریاضی سے بخوبی واقف تھے۔ لوگارثم کی ایجادیوں تو سولھویں صدی میں ہوئی، لیکن اس کا استعمال کم از کم اس خطّۂ زمین پر بہت محدود تھا۔ پہلی مرتبہ کالج میں جاکر ہی لوگارثم کا پتا چلتا تھا۔ اب چند سالوں سے اسے اسکول کے نصاب میں شامل کرنے کا تجربہ کیا گیا ہے۔ لوگارثم کا مقام اس زمانے میں وہی تھا جو آج کیلکولیٹر کا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے لوگارثم کا استعمال ہر اس جگہ کیا ہے جہاں ضروری سمجھا۔ فتاوٰی رضویہ جلدِ اول، صفحات ۳۲۱ تا ۳۳۰ / باب المیاہ میں آپ کا مشہور فتاوٰی مسمّٰی بہ "الھنیئ النصیر فی الماء المستدیر" درج ہے۔ یہ آپ نے ۱۳۲۴ھ میں دیا۔ اس میں آپ نے لوگارثم استعمال کیے ہیں۔

زیرِ نظر حواشی ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں لکھے گئے۔ صفحہ ۲۳ پر آپ نے اپنے دستخط ثبت فرمائے اور تاریخ ۲۶/ شوال ۲۵ھ بھی درج فرمائی۔ ان حواشی سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ آپ نے لوگارثم پر ایک کتاب بھی تحریر فرمائی ہے۔ صفحہ ۱۹ کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں: "اس کا بیان ہم نے "لوگارثم کی کتابِ سوم" صفحہ ۵۶ و ۵۷ پر لکھا ہے۔" تمام حواشی کے بارے میں تبصرہ اس لیے ممکن نہیں کہ عام قاری کے لیے ریاضیاتی تفاصیل بھی باعثِ ثقل ہوں گی۔ اس لیے ہم صرف ان حواشی کو لیں گے جو صفحات ۱۹ تا ۲۳/ چھوٹی قوسوں[1] کے قاعدے پر دیئے گئے ہیں، صفحہ ۱۹ پر تین بڑے حواشی درج ہیں۔ پہلے میں آپ نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ چھوٹے قوسوں کے لیے علیٰحدہ قواعد کی کیوں ضرورت ہے۔ آپ نے یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ نہایت چھوٹی قوسوں میں تنگی اعشاریہ کے باعث جیوب[2] بعض روالج کا فرق دیتے ہیں۔

قوسِ صغیر کی لوگارثم جیب مستوی[3] معلوم کرنے کا طریقہ کتاب میں اس طرح بتایا گیا ہے: " قوس کی لوگارثم میں جس کی تحویل ثوانی[4] کی طرف کی گئی ہو۔ ۴ء۶۰۸۵۵۷۴۹ جمع کرو حاصل جمع سے اس کی لوگارثمی سیکنٹ کا ۱/۳ تفریق کرو۔ اس آخر لوگارثم کا قوت نما بقدر دس کے پیشتر سے کم کیا گیا ہے، حاصل تفریق جیب مستوی مطلوبہ ہوگی۔"

اعلیٰ حضرت نے اوپر دیے ہوئے عددِ مدام کے بارے میں فرمایا: "دانی کہ ایں از کجاابد" اور پھر خود ہی جواب دیا: "ایں لوگارثم جیب ظِل یک ثانیہ است۔"[5]

دوسرا حاشیہ طریقۂ مذکورہ پر دیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں: بایں طریق لوج گرفتن از انم اوق است کہ جیب اصلی بتعدیلی مابین السطرین گرفتہ بہ لوگارثم برند۔"

اس کی وضاحت ایک مثال[6] سے فرمائی ہے اور مزید اس حاشیے میں چار طریقوں کا موازنہ فرمایا ہے۔ (۱) جدول کے ذریعے بین السطرین لوگارثم کو معلوم کرنا۔ (۲) کلیہ مذکورہ سے۔ (۳) جدول سے جیبِ قوس معلوم کرکے اس کی لوگارثم لی جائے۔ (۴) جیب کی اصل قیمت پھیلاؤ کے ذریعے معلوم کرکے اس کی لوگارثم لی جائے اور یہی سب میں افضل ہے۔

تیسرا حاشیہ اس کلیے کے بارے میں جو اوپر درج کیا گیا ہے اصل کتاب میں اس کا ثبوت نہیں دیا گیا۔ ۱۸۹۴ء ایڈیشن میں صرف Wood House کی Trigonometry کے صفحہ ۲۶۲ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ۱۹۳۰ء کے نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن میں ضرور اس کی مزید تشریح کی گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں: "حاصل ایں عمل آہ ست کہ[7]

جیب قوس = (عددِ ثوانی قوس x جیب یک ثانیہ) / (جزء الکعب قاطع مخط قوس)

کتاب میں دیے گئے کلیے کے استعمال میں تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ قاعدہ صرف بہت چھوٹی قوسوں کے بارے میں ہے اور ہم اسے آگے لے جائیں تو: "۴ درجے پر جیب میں ۳ء کی کمی ہوگی، ۵ پر ۵ کی ۶ پر ۱۱ کی، ۷ پر ۲۲ کی، ۸ پر ۳۶ کی، ۹ پر ۵۹ کی، ۱۰ پر ۹۰ کی، ۶۰ درجے پر ۳۵۴۸۷۱ کی تو قاعدہ برہانی نہیں۔

اس کے بعد آپ نے ایک سہل طریقہ بیان فرمایا: "ثم اقول بلکہ ایک ثانیہ سے ایک سو بیس ثانیے تک نہ اوس تطویل کی حاجت ہے نہ اس تدقیق کی ضرورت، بلکہ لوگارثم جیب یک دقیقہ لوگارثم ۶۰ کو تفریق کریں لوگارثم یک ثانیہ ہو جائے گا۔ اس میں دو کالوگارثم جمع کرنے سے لوجیب ۲ ثانیہ ۳ کالو ملانے سے لوج ۳ ثانیہ۔ بعد کو نظر کی تو یہ وہی عددِ عام ہے جو لوگارثم ثوانی میں جمع کیا جاتا ہے۔"[8]

صفحہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ پر دیے ہوئے حواشی میں آپ نے اپنے دیے ہوئے طریقے کا موازنہ دوسرے طریقوں سے کیا ہے۔ مثالوں سے اپنے حساب کی اقربیت پا کر یہ نتیجہ نکالا ہے: "ہمارا حساب ادق بھی ہے اور یسر بھی۔"

اعلیٰ حضرت کا بیان کردہ طریقہ انتہائی سہل ہے۔ زاویہ کے ثوانی بنا کر اس کی لوگارثم میں ۴ء۶۸۵۵۷۴۹ جمع کرنے سے لوجیب حاصل ہو جاتی ہے جبکہ کتاب میں درج کلیے میں عمل طویل ہے اور تفاوت زیادہ۔ اعلیٰ حضرت کا طریقہ ۱۲۰ ثوانی سے بھی اوپر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ شروع میں فرق ساتویں اعشاریہ پر پھر چھٹے پر اور اسی طرح ۱ درجہ[9] پر چوتھے اور ۲ درجے پر تیسرے اعشاریہ تک نتیجہ صحیح ملے گا۔

ان چند حواشی کے بغور مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو علم مثلث اور لوگارثم پر زبردست عبور حاصل تھا۔ آپ ہر مسئلے کی گہرائی میں جاتے تھے اور استدلال کے بغیر کوئی بات قبول نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے زمانے میں لوگارثم کا استعمال تو ایک طرف رہا

کسورِ اعشاریہ کا استعمال بھی شاید ہی کوئی کرتا ہو۔ یہ حواشی انتہائی کاوش کا نتیجہ ہیں اور کیلکولیٹر کے بغیر حسابی عمل کافی محنت طلب ہے۔

حواشی

۱۔ اس زمانہ میں علم مثلث میں زاویے کی جگہ قوس کا لفظ مستعمل تھا۔ مثلثی تناسب دائرہ کے حوالے سے ہی حاصل کیے جاتے تھے۔ اصل کتاب میں بھی لفظ Arc ہے۔

۲۔ Sines

۳۔ Sexagesimal

۴۔ Seconds

۵۔ اس کی دلیل اس طرح دی ہے کہ بہت چھوٹے زاویوں کے لیے $(\sin\theta \simeq \theta)$ اور $\sin 1'' \simeq \frac{\pi}{100\text{x}60} \times \frac{1}{60} \simeq \frac{\sin 1'}{60}$ اس لیے

=6.4637261−1.7781513=6.6855749

۶۔ آپ نے مثال کے لیے زاویہ 1′ ۳۰″ لیا طریقہ اوّل سے لوجیب 1′ ۳۰″ = ۶٫۶۱۴۲۴۱۱ [sin1″ = log sin1′ − log 60] طریقۂ دوم سے ۶٫۶۳۹۸۱۷۴ طریقہ سوم سے ۶٫۶۳۹۸۸۴۷ اور طریقۂ چہارم سے ۶٫۶۳۹۸۱۷۴۔

۷۔ ثبوت اس طرح ہے:

$$\sin\theta = \theta - \frac{\theta^3}{3!} + \frac{\theta^5}{5!} - \cdots\cdots$$

$$\cos\theta = 1 - \frac{\theta}{2!} + \frac{\theta^4}{4!} - \cdots\cdots$$

$$\frac{\sin\theta}{\theta} = 1 - \frac{\theta^2}{6} + \cdots\cdots = \left(\frac{1}{1/3} - \frac{\theta^2}{2}\right)^{1/3} \simeq (\cos\theta)^{1/3}$$

اور

$$\sin\theta = \theta(\cos 8)$$

اس لیے

$$\sin x = x''\frac{\pi}{180\text{x}60\text{x}60}(\cos x'')^{1/3} = \frac{x''\ \sin 1''}{(\sec\pi'')^{1/3}}$$

لوگارثم لینے سے کتاب میں درج کلیہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حاشیہ صفحہ ۲۰ پر مماس قوس کا کلیہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

۸۔ اعلیٰ حضرت کے طریقے کا ثبوت اس طرح ہے:

$$\sin x'' \simeq \frac{\pi}{180\text{x}60} \cdot \frac{1}{60} \cdot x$$

$$\simeq \left(\frac{\sin 1'}{60}\right) x$$

اور

$$\log\sin x'' \simeq (\log\sin 1' - \log 60) + \log x$$

$$= 4.6855749 + \log x$$

۹۔ degree

(بقیہ صفحہ نمبر 6 سے ملحق)

(۱۰) اس میں اجزاء یا حصّے فرض نہیں کر سکتے۔

(۱۱) جہت اور طرف سے پاک ہے جس طرح اسے دہنے بائیں یا نیچے نہیں کہہ سکتے یونہی جہت کے معنٰی پر آگے پیچھے یا اوپر بھی ہر گز نہیں۔

(۱۲) وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو۔

(۱۳) کسی مخلوق سے جدا نہیں کہ اس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو۔

(۱۴) اس کے لیے مکان اور جگہ نہیں۔

(۱۵) اُٹھنے، بیٹھنے، اُترنے، چڑھنے، چلنے، ٹھہرنے وغیرہا تمام عوارضِ جسم وجسمانیات سے منزّہ ہے۔

محل تفصیل میں عقائدِ تنزیہیہ بے شمار ہیں۔ یہ پندرہ (۱۵) کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے اور ان کے سوا ان جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدۂ اولٰی ہے کہ تمام مطالب تنزیہیہ کا حاصل وخلاصہ ہے ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح و تقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثلی و بے نظیری ارشاد ہوئی آیاتِ تسبیح خود کس قدر کثیر و وافر ہیں، و قال تعالیٰ: اَلْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ (القرآن الکریم، پارہ ۲۸، الحشر:۲۳) بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت، و قال تعالیٰ: فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (القرآن الکریم، پارہ ۴، آل عمران:۹۷) بے شک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے، و قال تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (القرآن الکریم، پارہ ۲۱، لقمٰن:۲۶) بے شک اللہ ہی بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا، و قال تعالیٰ: لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (القرآن الکریم، پارہ ۲۵، الشوریٰ:۱۱) اس کے مثل کوئی چیز نہیں، و قال تعالیٰ: هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا (القرآن الکریم، پارہ ۱۶، مریم:۶۵) کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی، و قال تعالیٰ: وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (القرآن الکریم، پارہ ۳۰، الاخلاص:۴) اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔ ان مطالب کی آیتیں صدہا ہیں، یہ آیات محکمات ہیں، یہ اُم الکتاب ہیں، ان کے معنٰی میں کوئی خفا و اجمال نہیں، اصلاً وقت و اشکال نہیں جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن و ہویدا ہے، بے تغییر و تبدیل، بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریاتِ دینِ اسلام سے ہے۔ وباللہ التوفیق۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹ جدید، ص ۱۱۹ تا ۱۲۱)

امام احمد رضا عورتوں کے حقوق کے محافظ

حامد علی علیمی (ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی)

امام احمد رضا نے حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی۔ جناب حامد علی علیمی کا پیشِ نظر مضمون خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے امام احمد رضا کی کوششوں کا ایک جائزہ ہے۔ مضمون میں عورتوں کی مزارات پر حاضری کے سلسلے میں امام احمد رضا کے مؤقف پر ایک تحقیق بھی پیش کی گئی ہے۔ عبید

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَشَفِیۡعِ الۡمُذۡنِبِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ:

امام احمد رضا خاں حنفی رحمۃ اللہ علیہ چودھویں صدی ہجری کی وہ نابغۂ روزگار شخصیت ہیں جنہیں علمائے عرب و عجم نے چودھویں صدی ہجری کا "مجدد" تسلیم کیا۔ یاد رہے کہ کوئی بھی مجدد خواہ وہ کسی بھی دور کا ہو، خود کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ اُس صدی کا "مجدد" ہے بلکہ تجدیدِ دین کے لیے کیے جانے والے کام کے ذریعے اربابِ فکر و دانش یہ بتاتے ہیں کہ "فلاں اپنے وقت کا مجدد" ہے۔ امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تجدیدِ دین کا جو کام کیا وہ ہمہ جہت تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے رشحاتِ قلم مختلف موضوعات پر ملتے ہیں، جن میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی شامل ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد پر بھی قلم اٹھایا اور قرآن وسنت کی روشنی میں حقوق العباد جیسے اہم و نازک موضوع پر کئی کتب تصنیف فرمائیں۔ آج کل ہر طرف سے لوگ اپنے حقوق کا مطالبہ تو کر رہے ہیں، لیکن دوسروں کے حقوق ادا کرنے کے لیے کوئی تیار نظر نہیں آرہا۔ زیرِ نظر چند سطروں میں امام احمد رضا خاں حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کے حقوق، خصوصاً مزارات پر حاضری کے بارے میں جو لکھا ہے اس کا مختصر جائزہ لیا جائے گا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کے حقوق سے متعلق خصوصی طور پر کئی کتب ورسائل تصنیف فرمائے، اس کے علاوہ فتاویٰ رضویہ میں دیگر کئی سوالات اِن کے حقوق و فرائض سے متعلق موجود ہیں۔ مندرجہ ذیل کتب و رسائل خاص طور پر عورتوں کے حقوق سے متعلق ہیں:

۱۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حقوقِ اولاد سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے لڑکے اور لڑکی کے تقریباً اسّی (۸۰) حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائے، جن میں بعض خصوصاً لڑکی کے لیے ہیں، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "مَشۡعَلَۃُ الۡاِرۡشَادِ اِلٰی حُقُوۡقِ الۡاَوۡلَادِ" (والدین پر اولاد کے حقوق کے بارے میں رہنمائی کی قندیل) فتاویٰ رضویہ (تخریج شدہ ایڈیشن) جلد ۲۴، ص ۴۵۱۔۴۵۷۔

۲۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ماں باپ، زوجین اور اساتذہ کے حقوق کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے مستقل ایک رسالہ "شَرۡحُ الۡحُقُوۡقِ لِطَرۡحِ الۡعُقُوۡقِ"، (نافرمانیوں کو ختم کرنے کے لیے حقوق کی تفصیل) فتاویٰ رضویہ جلد ۲۴، ص ۳۸۳۔ ۴۰۲، تصنیف فرمایا اور اس میں والدین، اساتذہ اور زوجین کے حقوق و فرائض کو قرآن وسنت کی روشنی میں بڑے جامع انداز میں پیش کیا۔

۳۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عورتوں کے مزارات پر جانے سے متعلق سوال ہوا تو ایک مستقل رسالہ بنام "جُمَلُ النُّوۡرِ فِیۡ نَھۡیِ النِّسَآءِ عَنۡ زِیَارَۃِ الۡقُبُوۡرِ" (نور کے جملے، عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکنے کے بارے میں) تحریر فرمایا (ملاحظہ ہو جلد ۹، ص ۵۴۱۔ ۵۶۴)، جس میں دونوں قسم کے اقوال، جواز وعدمِ جواز ذکر کیے اور آخر میں اپنا نقطۂ نظر نہایت احسن انداز سے بیان فرمایا، جیسا کہ اس کا ذکر آتا ہے۔

۴۔ ہندوستان و بنگال میں نکاح میں ہونے والے خلاف شرع اُمور مثلاً لڑکی کا وکیلِ نکاح بنانے میں غلطی کرنا وغیرہ جیسی جاہلانہ رسوم ورواج کی اصلاح کے لیے ایک رسالہ بنام "مَاحِی الضَّلَالَۃِ فِیۡ اَنۡکِحَۃِ الۡھِنۡدِ وَالۡبَنۡجَالَۃِ" (بنگال اور ہندوستان میں نکاحوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا) تحریر فرمایا، ملاحظہ ہو فتاویٰ

رضویہ، ج۱۱، ص۱۴۱ومابعدہ۔

۵۔ عورتوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے ان کا نکاح صحیح العقیدہ مردوں سے کرایا جائے چنانچہ بدمذہب وگمراہ سے کسی سُنی صحیح العقیدہ خاتون کے نکاح سے متعلق سوال پر ایک بے نظیر رسالہ قلمبند فرمایا جس کا نام "اِزَالَۃُ الْعَارِ بِحَجْرِ الْکَرَائِمِ عَنْ کِلَابِ النَّارِ"(معزز خواتین کو جہنم کے کتوں کے نکاح میں نہ دے کر رسوائی سے بچانا) رکھا، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ، ج۱۱، ص۳۷۳۔۴۰۵۔

۶۔ ہندوستان میں بیوہ عورت کے نکاح ثانی سے متعلق مسلمانوں میں جو خلافِ شرع اُمور پائے جاتے تھے اس بارے میں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا تو آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام "اَطَائِبُ التِّھَانِیْ فِی النِّکَاحِ الثَّانِیْ" رکھا، تفصیل کے ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ، ج۱۲، ص۲۸۷۔۳۱۹۔

۷۔ ان کے علاوہ جب عورت کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کہاں جاسکتی ہے اور کہاں نہیں، اکیلے جائے خواہ تنہا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فقید المثال رسالہ بنام "مُرُوْجُ النَّجَا لِخُرُوْجِ النِّسَآءِ" مرتب فرمایا، جس میں عورتوں کی اُن بارہ (۱۲) اقسام کا ذکر کیا جو شرعی حدوں کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے گھروں سے نکل سکتی ہیں۔ نیز اس کے علاوہ مہر اور ولایت اقرب وابعد کے بارے میں بھی رسائل موجود ہیں۔

الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآن وسنت کی روشنی میں، اپنے وقت کے حالات وعرف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کی عموماً اور خواتین کی خصوصاً تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتے رہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے ہم ان چیزوں کو توجہ سے پڑھیں، سمجھیں اور اس پر اخلاص کے ساتھ عمل کریں۔ محقق کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں موجود مختلف اقوال کو اپنی تحریر میں ذکر کرتا ہے اور پھر نتیجہ پیش کرکے اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ مگر اس سے کسی کو ہرگز یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ محقق نے جو کچھ اپنی تحقیق میں جمع کیا ہے وہ اس کا موقف بھی ہے۔

کچھ لوگوں کو اسی طرح کا شبہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "جُمَلُ النُّوْرِ فِیْ نَھْیِ النِّسَآءِ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ" سے پیدا ہوا ہے جو آج تک برقرار ہے اِلَّا مَنْ شَآءَ اللہُ فَھَدَاہُ اِلٰی سَبِیْلِ الْحَقِّ اور وہ یہ کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کی مزارات پر حاضری کو "**حرام**" لکھا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے:" امام قاضی سے سوال پوچھا گیا کہ عورتوں کا قبروں پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز وعدمِ جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے۔ جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہنچتی ہے میّت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے، جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔(مترجم)" (فتاویٰ رضویہ، ج۹، ص۵۵۷)۔

آج حقیقت سے ناآشنا افراد کو بے دھڑک یہ کہتا ہوا سنا جاتا ہے کہ "اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ عورتوں کا مزارات پر جانا **حرام** ہے"۔ کاش! یہ لوگ اہلِ علم حضرات سے رجوع ہی کرلیتے کہ آیا یہ معاملہ فی نفسہ ایسا ہی ہے یا نہیں؟ کیا واقعی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا موقف "حرام" کا ہی ہے؟

یاد رکھئے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مذکورہ رسالہ میں کچھ اُمور ذکر فرمائے ہیں جن کا سمجھنا نہایت ضروری ہے:

اوّلاً جلد۹، ص۵۴۱۔۵۴۲ پر ہے:

"مسئلہ ۱۸۱: مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات محلہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحر الرائق وتصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا، ان کو یہ جواب بھیجا گیا۔

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی دو رجسٹریاں آئیں، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی، میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتویٰ تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا، میں اس رخصت کو جو بحر الرائق میں لکھی ہے مان کر نظر

بحالاتِ نساء سوائے حاضری روضۂ انور کہ واجب یا قریب بواجب ہے، مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباعِ "غنیہ" علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا، خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرور میں آج کل جُہال نے اعراس طیبہ میں برپاکر رکھا ہے اس کی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حُدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرماکر انھیں نازک شیشیاں فرمایا: والسلام"

اس فتوی مبارکہ میں یہ کلمات قابلِ غور ہیں: "۔۔۔ہرگز **پسند نہیں** کرتا، خصوصاً اس **طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرور** میں آج کل جُہال نے اعراس طیبہ میں برپاکر رکھا ہے۔۔۔"۔ ناپسندیدگی اور حرام میں فرق واضح ہے!

ثانیاً اسی میں ۵۴۷ پر ہے:

"(۱) پہلے گزارش کر چکا کہ عباراتِ رخصت میری نظر میں ہیں، مگر نظر بحالِ زمانہ میرے نہ میرے بلکہ اکابر متقدمین کے نزدیک **سبیلِ ممانعت** ہی ہے اور اسی کو **اہلِ احتیاط** نے اختیار فرمایا۔" ان کلمات میں بھی "**حرام**" نہیں فرمایا۔

ثالثاً اسی میں ص ۵۵۳ پر ہے:

"(۵) حکم کتب میں توفیق بہت واضح ہے۔ جواز، نفسِ مسئلہ کا فی ذاتہٖ حکم ہے اور ممانعت بوجہ عارضِ غالب تو فتویٰ نہ ہو گا مگر منع مطلق پر۔ فقہ میں اس کے نظائر بکثرت ہیں کہ برعایتِ قیود، حکم جواز اور اس کی تصحیح تک کتب میں مصرح اور نظر بحالِ زمانہ حکمِ علماء منع مطلقاً جیسے جوارِ حرم ودخولِ زناں بہ حمام ونفقۂ طالب علم ولعبِ شطرنج وغیرہا۔۔۔"۔ یعنی: کتب میں مذکور جواز وعدمِ جواز کے احکام میں تطبیق وتوفیق بہت واضح ہے وہ اس طرح کہ اس مسئلہ کا فی نفسہ حکم، جواز کا ہے جبکہ قیود وشرائط کی رعایت کی جائے اور عدمِ جواز کا حکم اس وجہ سے ہے کہ ان قیود وشرائط کی رعایت نہ کی جائے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حرام وممنوع کام کی دو اقسام ہیں: ایک حرام لعینہ یعنی نفسِ امر میں وہ کام حرام ہے مثلاً زنا کرنا، بہتان لگانا وغیرہ، اور دوسری حرام لغیرہ، یعنی: وہ کام تو حرام وممنوع نہ ہو مگر کچھ خارجی اُمور کی وجہ سے حرام ہو گیا ہو، جیسے عورتوں کا شرعی تقاضوں کی پاسداری کیے بغیر مزارات پر جانا وغیرہ۔

رابعاً اسی میں ص ۵۶۱۔۵۶۲ پر ہے:

"الحمد للہ اب تو وضوحِ حق میں کچھ کمی نہ رہی۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ہمارے علماء نے خروج زن کے چند مواضع گنائے جن کا بیان ہمارے رسالہ "مُرُوْجُ النَّجَا لِخُرُوْجِ النِّسَآءِ" (۱۳۱۵ھ) میں ہے۔ اور صاف فرما دیا کہ ان کے سوا میں اجازت نہیں اور اگر شوہر اذن دے گا تو دونوں گنہگار ہوں گے۔

درمختار میں ہے: لَا تَخْرُجُ اِل۔اِلَّا لِحَقٍّ لَهَا أَوْ عَلَيْهَا أَوْ لِزِيَارَةِ أَبَوَيْهَا كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً أَوِ الْمَحَارِمِ كُلَّ سَنَةٍ، وَلِكَوْنِهَا قَابِلَةً أَوْ غَاسِلَةً لَا فِيمَا عَدَا ذٰلِكَ، وَإِنْ أَذِنَ كَانَا عَاصِيَيْنِ[۱]۔ "عورت نہ نکلے مگر اپنے حق کے لیے یا اپنے اوپر کسی حق کے سبب، یا ہر ہفتہ میں ایک بار والدین کی ملاقات کے لیے۔ یا سال میں ایک بار دیگر محارم کی ملاقات کے لیے۔ یا اس وجہ سے کہ وہ دایہ یا میّت کو نہلانے والی ہے۔ ان کے علاوہ صورتوں میں نہ نکلے۔ اگر شوہر نے اجازت دی تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ (ت) (۱؎ درمختار کتاب النکاح باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲)

نوازل امام فقیہ ابواللیث وفتاوٰی خلاصہ وفتح القدیر وغیرہا میں ہے: یجوز للخروج ان یأذن لها بالخروج الی سبعة مواضع اذا استأذنته زیارة الابوین وعیادتهما وتعزیتهما او احدهما وزیارة المحارم فان کانت قابلة او غاسلة او کان لها علی اٰخر حق او کان لاٰخر علیها حق تخرج بالاذن ولغیر الاذن والحج علی هذا وفیما عدا ذلك من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة لا یأذن لها لو اذن وخرجت کانا عاصیین[۲]۔ یعنی: شوہر عورت کو سات مقامات میں نکلنے کی اجازت دے سکتا ہے: (۱) ماں باپ دونوں یا کسی ایک کی ملاقات (۲) ان کی عیادت (۳) ان کی تعزیت (۴) محارم کی ملاقات (۵) اور اگر دایہ ہو (۶) یا مُردہ کو نہلانے والی ہو (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا اس کے اوپر حق ہو تو اجازت سے اور بلا اجازت دونوں طرح جا سکتی ہے۔ حج بھی اسی حکم میں ہے۔ ان کے علاوہ صورتیں جیسے اجنبیوں کی ملاقات، عیادت اور ولیمہ ان کے لیے شوہر اجازت نہ دے اور اگر اجازت دی اور عورت گئی تو

دونوں گنہگار ہوں گے۔ (ت)

(۲؎ خلاصۃ الفتاوی الجنس الخامس فی خروج المرأۃ من البیت مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲ /۵۳)

ملاحظہ ہوں ان میں کہیں زیارتِ قبور کا بھی استثناء کیا! کیا یہ استثناء کسی معتمد کتاب میں مل سکتا ہے؟!

(۱۳) اقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق: ان تمام مباحث جلیلہ سے بحمد اللہ تعالیٰ ایک جلیل و دقیق توفیق انیق ظاہر ہوئی، عام مجوزین نفسِ زیارت قبر لکھتے ہیں کہ اس کی اجازت عورتوں کو بھی ہوئی، زیارتِ قبور کے لیے خروجِ نساء نہیں کہتے میں عام کتب میں اسی قدر ہے اور مانعین زیارتِ قبر کے لیے عورتوں کے جانے کو منع فرماتے ہیں، ولہذا خروج الی المسجد کی ممانعت سے سند لاتے ہیں، اور ان کے خروج میں خوفِ فتنہ سے استدلال فرماتے ہیں۔ تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کیے اسی طرف جاتے ہیں، تو اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفر جائز کو گئی راہ میں کوئی قبر ملی اس کی زیارت کر لی بشرطیکہ جزع وفزع و تجدید حزن وبکا ونوحہ وافراط و تفریطِ ادب وغیرہا منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو، کشف بزدوی میں جن روایات سے صحتِ رخصت پر استناد فرمایا ان کا مفاد اسی قدر ہے۔

حیث قال والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ للرجال والنساء جمیعا فقد روی ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کانت تزور قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل وقت وانہا لما خرجت حاجۃ زارت قبر اخیہا عبد الرحمٰن[۱]۔

"وہ فرماتے ہیں اصح یہ ہے کہ رخصت مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ثابت ہے اس لیے کہ مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہر وقت قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت کرتی تھیں اور جب حج کو جاتیں تو راہ میں واقع اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر کی زیارت کرتیں۔ (ت) (۱؎ کشف الاسرار عن اصول البزدوی بیان جواز زیارۃ القبور للنسائی دار الکتاب العربی بیروت، ۳ /۱۸۶)

بحر الرائق وعالمگیری وجامع الرموز ومختار الفتاوٰی وکشف الغطاء وسراجیہ ودر مختار وفتح المنان کی عبارتیں جن سے تصحیح المسائل میں استناد کیا، ہمارے خلاف نہیں۔" ملاحظہ ہو کہ ممنوعہ چیزیں یہ ہیں جن کی وجہ سے زیارتِ قبر کے عدمِ جواز کا حکم ہے:

۱۔ جزع وفزع یعنی بے چینی کا مظاہرہ

۲۔ و تجدید حزن یعنی غم کو تازہ کرنا

۳۔ وبکا (رونا)

۴۔ ونوحہ

۵۔ وافراط و تفریطِ ادب یعنی آدابِ زیارت میں کمی زیادتی کرنا وغیرہا منکراتِ شرعیہ۔

خامساً اس سے بھی زیادہ واضح ثبوت فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰ کا پہلا فتویٰ ہے جس میں امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ سے اسی سے متعلق پوچھا گیا کہ آپ نے "حرام" لکھا ہے جبکہ دیگر نے جائز بتایا ہے، تو امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے جو جواب دیا وہ قابلِ غور وتوجہ ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

"مسئلہ ۱ تا ۴: از پٹنہ عظیم آباد لودھی کٹرہ مرسلہ قاضی عبد الوحید صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ھ

مخدومی ومولائی قبلہ مدظلہ العالی! تسلیم!

امور مفصلہ ذیل کا ازراہ کرم مکمل جواب دیجئے کہ فقیر کو سخت تردد ہے، دوسرے بعض علماء سے بھی گفتگو آئی مگر تنقیح امور نہ ہو پائی، لہذا فقیر کو ابھی شک ہے، اللہ دفع فرمایئے، اور اجر عظیم پایئے:

(۱) زیارت قبور للنساء کو مولانا فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالٰی عنہ بضمن تردید الحق وہابی دہلوی جائز فرماتے ہیں نیز علامہ عینی بھی۔ جواب مکمل عطا ہو کہ رفع شبہہ ہو۔۔۔۔۔ جواب مرحمت فرمایئے۔

الجواب

حامی سنن، ماحی فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مولانا وحید زمین، صین عن الفتن وحوادث الزمن امین یاذالمنن! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب مسائل اجمالاً حاضر، تفصیل کا وقت کہاں۔ قرآن مجید سن کر اس وقت آیا ہوں، بارہ بجا چاہتے ہیں، گیارہ بج کر ساڑھے باون منٹ آئے ہیں کہ یہ نیاز نامہ لکھ رہا ہوں اور اگر کسی میں تفصیل طلب فرمائیں گے تو امتثالِ امر کے لیے ہوں اور بارگاہ عزت سے امید ایسی

ہی ہے کہ آپ کا ذہن سلیم بحمد اللہ تعالیٰ اسی اجمال سے ہی بہت کچھ تفصیل پیدا فرمائے گا۔

مسئلہ زیارۃ القبور للنساء:

حَبِیْبِیْ اَکْرَمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی! شے کے لیے حکم دو قسم ہے: ذاتی کہ اس کے نفسِ ذات کے لحاظ سے ہو اور عرضی کہ بوجہِ عروضِ عوارض خارجیہ ہو۔ تمام احکام کہ بنظرِ سد ذرائع دیے جاتے ہیں جو مذہبِ حنفی میں بالخصوص ایک اصل اصیل ہے ،اسی قسم دوم سے ہیں۔ یہ دونوں قسمیں باآنکہ نفی واثبات میں مختلف ہوتی ہیں ہر گز متنافی نہیں کہ مناشی جدا جدا ہے، اس کی مثال "حضور نساء فی المساجد" ہے کہ نظر بذات ہر گز ممنوع نہیں کہ ان کا روکنا ممنوع ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہوا: «لاَ تَمْنَعُوْٓا اِمَآءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ» "اللہ کی باندیوں کو اللہ تعالی کی مساجد سے نہ روکو"۔ (۱) صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب ھل علی من لایشھد الجمعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۲۳)

اور نظر بحالِ زناں ممنوع کَمَا صَرَّحَ بِہِ الْفُقَھَآءُ الْکِرَامُ، وَقَدْ قَالَتْ اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ الصِّدِّیْقَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا لَوْ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَآ أَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسَاجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔ "ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں نے جو نئی باتیں پیدا کر لی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انھیں دیکھتے تو ان کو ایسا ہی مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں۔" (صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۲۰)۔

یونہی دخولِ نساء فی الحمام (یعنی عورتوں کا حمام میں جانا) کہ پردہ وستر وعدمِ فتنہ کے ساتھ ہو تو فی نفسہٖ اصلاً وجہِ ممانعت نہیں رکھتا بلکہ طیب ونظافت میں داخل ہے، «بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلَی النَّظَافَۃِ» (یعنی: اسلام کی بنیاد صفائی پر ہے۔) مگر نظر بر حال کہ باہم کشفِ عورات کے عادی ہیں، امام ابن ہمام وغیرہ اَعلام نے فرمایا کہ سبیلِ اطلاق منع ہے، یہ حکم اسی قسم دوم کا ہے۔

بعینہ یہی لفظ آپ نے اس حکم میں پائے ہوں گے جو فقیر نے مسئلہ زیارت میں اختیار کیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے **"حرام"** لکھا ہو بلکہ غالباً تعلیمِ ادب کے ساتھ **"حِلّت"** (جواز) کی طرف اشارہ کیا اور نظر بحال سبیلِ اطلاق منع بتایا ہے، آپ میرے فتویٰ کو ملاحظہ فرمائیں، مجھے اس وقت بارہ ۱۲ بج کر دس ۱۰ منٹ آگئے اپنے مجموعہ سے نکالنے اور دیکھنے کی فرصت نہیں۔ فَظَھَرَ اَنْ لَا تَعَارُضَ وَاَنَّ الْحُکْمَیْنِ کِلَاھُمَا صَوَابٌ عَلَیحِدَۃٍ (یعنی: تو واضح ہوا کہ دونوں حکموں میں کوئی اختلاف نہیں اور ہر ایک حکم اپنے مقام پر درست ہے) وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مقامِ غور ہے امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ تو حرام نہیں بتا رہے بلکہ اس طرح فرما رہے ہیں کہ "۔۔۔دونوں حکموں میں کوئی اختلاف نہیں اور ہر ایک حکم اپنے مقام پر درست ہے"۔ نیز یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود جو حکم لکھا ہے وہ لفظِ "منع" کے ساتھ ہے، جس میں راقم کے نزدیک زیادہ سے زیادہ اشارہ "خلافِ اولیٰ" کا ہے وہ بھی جبکہ قیود وشرائط کی رعایت کرتے ہوئے جایا جائے، ورنہ انِ قیود وشرائط کی رعایت نہ کرنے والیوں کا بہر حال جانا منع ہے۔ تو وہ آخر میں محبانِ رضا سے گذارش ہے کہ محبت والفت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور انہیں فروغ دیں، خصوصاً اس مذکورہ مسئلہ میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں، احکام کو سمجھیں اور پوری بات بیان کریں۔ یہ چند سطور اہلِ نظر کی نذر اس اُمید سے کرتا ہوں کہ اگر یہ درست فہمی پر مبنی ہوئیں تو وہ انہیں پسند فرمائیں گے اور اگر مجھ سے سمجھنے میں کہیں کوتاہی ہوئی ہو گی تو اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ پر عمل کرتے ہوئے اِصلاح فرما کر دارین میں اجرِ عظیم پائیں گے۔

مَیں آخر میں اپنے محترم دوست مولانا ندیم احمد قادری نورانی کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اس مضمون میں مذکور رسائلِ رضویہ کے عربی ناموں کی اصلاح فرمائی، اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرمائے، ہم سب کو آخری دم تک دین وملت کی صحیح معنوں میں خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں زلتِ فکر وقلم سے محفوظ فرما کر اِصابتِ فکر وقلم عطا فرمائے۔

آمین !بجاہ النبی خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

مسلکِ اعلیٰ حضرت اکابرینِ اہلِ سنّت کی نظر میں

توحید احمد خاں رضوی

مسلک کے لغوی معنیٰ راستہ اور طریقہ کے آتے ہیں تو مسلک اعلیٰ حضرت کا معنیٰ ہوا اعلیٰ حضرت کا راستہ یا طریقہ، اور اعلیٰ حضرت کا راستہ وہی ہے جو ہمارے اسلاف کرام مثلاً حضرت خواجہ غریب نواز، حضور غوث اعظم، حضرت امام اعظم وغیرھم رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کا ہے، لہٰذا مسلکِ اعلیٰ حضرت کہنے میں کوئی قباحت و ممانعت نہیں ہے۔

جب مسلکِ حنفیت و سنّیت کے نام پر دین اسلام کے خلاف فتنے برپا کیے گئے، وہابی، دیوبندی، نیچری، قادیانی وغیرہ باطل مذاہب وجود میں آئے اور سب نے حنفی بن کر اپنے من گھڑت کفری عقائد سے دین میں فتنے برپا کیے۔ کسی نے کذبِ باری تعالیٰ کو ممکن ٹھہرایا، کسی نے علم غیب مصطفیٰ کا انکار کیا، کسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، کسی نے حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کیا ضیکہ طرح طرح کے فتنے دینِ اسلام میں برپا کیے گئے تو ان کے عقائد باطلہ سے بچنے، عقائد اسلامیہ پر کاربند رہنے اور نجات آخرت کے لیے مذکورہ گمراہ و بے دین فرقوں سے الگ رہنے کے لیے عرب و عجم کے اکابر ائمہ و معتمد علما وفقہائے کرام نے مسلکِ اعلیٰ حضرت جیسی اصطلاح سے اسلامی تشخص کو بر قرار رکھ کر مسلک امام اعظم کو معروف کیا اور اسی کو مدارِ نجات جانا۔

یہاں پر مسلکِ اعلیٰ حضرت کے بارے میں چند اکابرینِ اہلِ سنّت کے تاثرات نذر قارئین ہیں:

تاجدار کچھوچھہ:

تاجدار کچھوچھہ فرماتے ہیں:۔ ”میرا مسلک شریعت و طریقت میں وہی ہے جو حضور پر نور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا ہے۔“ (ماہنامہ سنی آواز، ناگپور، مئی، جون ۱۹۹۷)

احسن العلما مارہروی:

احسن العلماء مارہروی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”میرا جو مرید مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں، یہ میری زندگی میں نصیحت ہے اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے، مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مسلک کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رہنا۔“ (ماہنامہ اشرفیہ، سیّدین نمبر، ص۷۱۶)

محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی:

محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”حقیقی سنیت اور اصلی حنفیت کا خصوصی امتیاز بر قرار رکھنے کے لیے مسلم و معتمد اکابر اہلِ سنّت واعاظم مشائخ طریقت نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کا استعمال شروع کیا اور اب یہ خالص سنیت اور اصلی حنفیت کا علامتی نشان بن گیا۔ اور اس اصطلاحِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی افادیت واہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔“ (ماہنامہ سنی آواز، جولائی دسمبر ۱۹۹۷)

مبلّغ اسلام:

مبلغ اسلام مولانا حضرت مولانا الشاہ عبد العلیم صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”الحمد للہ میں مسلک اہلِ سنّت پر زندہ رہا اور مسلکِ اہلِ سنّت وہی ہے جو مسلکِ اعلیٰ حضرت، جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی پر میری عمر گزری اور الحمد للہ آخری وقت اسی مسلک (مسلک اعلیٰ حضرت) پر حضور پر نور ﷺ کے قدمِ مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو۔“ (ماہنامہ سنی آواز، جولائی و ستمبر ۱۹۹۷)

حضرت محدثِ اعظم پاکستان:

حضرت محدثِ اعظم پاکستان فرماتے ہیں: ”امامِ اہلِ سنّت مجددِ

دین و ملّت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہیں ان کا مسلک مذہب اہلِ سنّت وجماعت ہے(محدثِ اعظم پاکستان، ص ۱۰۰)

رئیس القلم علامہ ارشد القادری:

رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''یہ امر واقع ہے کہ مسلکِ اہلِ سنّت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی و دینی شخصیت ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کا مرکزِ فکر ہے۔ انہوں نے اپنی گراں قدر تصنیفات کے ذریعے دینِ حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک وصاف کردیاہے کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہلِ حق کی علامت بن گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی اور جماعتی شناخت کے لیے ہمارے پاس ''بریلوی'' کے لفظ سے زیادہ جامع اور مختصر کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔ اللہ ورسول کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے علیحدگی یہی مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تعبیر ہے۔'' (ماہنامہ اشرفیہ، سیدین نمبر، ص ۸۳۴)

مفتی اعظم دہلی:

مفتی اعظم دہلی مفتی محمد مظہر اللہ صاحب نقشبندی ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک وتحقیقات میں کس کا زہرہ ہے کہ جرأت ولب کشائی کرسکے۔'' (ماہنامہ سنی آواز، جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷)

مفتی پاکستان:

مفتی پاکستان علامہ ابوالبرکات فرماتے ہیں: ''تعجب ہے کہ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت بریلوی قدس سرہ کا فتویٰ ہوتے ہوئے فقیر سے استفسار کیا جارہاہے، فقیر اور فقیر کے آباواجداد کا وہی مسلک ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ہے۔'' (ماہنامہ سنی آواز ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۵)

سنّی کی تعریف میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کی شرط:

تقسیم ہند سے قبل جب آل انڈیا سنی کانفرنس کا قیام عمل میں آیا تو اس میں سنّی کی تعریف یہ کی گئی کی تھی: ''سنی وہ ہے جو ''ماانا علیہ واصحابی'' کا مصداق ہو۔یہ وہ لوگ ہیں جو ائمۂ دین، خلفائے راشدین، مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علما میں سے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت ملک العلما مولانا بحر العلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضلِ حق خیر آبادی، حضرت مولانا اشاہ فضلِ رسول بدایونی، حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمھم اللہ تعالیٰ علیھم کے مسلک پر ہو۔''

واضح ہو کہ اس کانفرنس میں صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب، مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان، صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، رئیس المتکلمین مولانا سید محمد صاحب، امیر ملت پیر جماعت علی شاہ، مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صاحب، محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب، مولانا سید محمد احمد قادری، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، حضرت مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی جیسے مشائخ طریقت کثیر تعداد میں شامل تھے۔(ماہنامہ سنی آواز جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷)

مندرجہ بالا مسلم اکابرینِ اہلِ سنّت ومشائخ طریقت کے علاوہ اور بہت سے اکابرینِ اہلِ سنّت نے مسلکِ اعلیٰ حضرت سے اتفاق فرمایا اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تائید وحمایت فرمائی۔ خدائے تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب سنی مسلمانوں کو مسلکِ اعلیٰ حضرت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں

مولوی سیّد سلیمان ندوی (دیوبندی) کی نظر میں

''اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا صاحب بریلوی کی چند کتابیں دیکھیں تو میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ حیران تھا کہ واقعی مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں جن کے متعلق کل تک یہ سُنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں۔ مگر آج پتہ چلا کہ نہیں، ہرگز نہیں، یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہکار نظر آتے ہیں۔ جس قدر مولانا مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم جناب مولانا شبلی صاحب اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں کے اندر ہے۔'' (ماہنامہ ندوہ، اگست ۱۹۱۳ء، ص ۱۷، بحوالہ ''طمانچہ بجوابِ دھاکہ'' از خلیل العلما مولانا خلیل اشرف اعظمی، مطبوعہ ساہیوال ۱۹۷۷ء، ص ۳۵)

سلامِ رضا کے چند اشعار

محمد جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی شاعری حضرت حسان، رومی، جامی، سعدی وغیرھم (رضوان اللہ علیہم) نعت گو حضرات کے سلسلہ کا تسلسل ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام اردو، فارسی، عربی اور ہندی زبانوں کے ادباء اور شعراء کے نزدیک اساتذہ کے کلام کا ہم پلہ ہے۔ عشاق نے اسے حرز جان بنالیا ہے اور اسے قرآن وحدیث سے مستنبط جانا، حق بات یہ ہے کہ آپ نے نعت گوئی قرآن مجید سے سیکھی، اپنے کلام کی اصلاح کسی سے نہ کی، اس طرح کے نعت گو تلمیذ الرحمن کہلاتے ہیں۔ یوں تو آپ کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" پورے کا پورا انتخاب ہے مگر اس میں سے سلام بارگاہ مصطفیٰ علی صاحبہا افضل الصلوۃ و اکمل التسلیمات کا مقام منفرد ہے۔ یہ سلام نعتیہ شاعری کی معراج ہے۔ جلیل القدر شعراء نے اس پر تضمینیں لکھی ہیں۔ محراب ومنبر پر اسے پڑھا جاتا ہے۔ مدرسہ وخانقاہ میں اسے پڑھا جاتا ہے، عرب وعجم میں اسے محبت سے پڑھا جاتا ہے حتی کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عین مواجہ شریف میں زائرین اسے پڑھتے ہیں۔ مدت سے خواہش تھی کہ اس سلام کی تشریح آسان اردو میں کر دی جائے، مگر اپنی علمی بے بضاعتی ہمیشہ آڑے آئی، احباب کے اصرار پر بالآخر کمر ہمت باندھی اور انہی کے توسل سے اشعار کی تشریحات کا مواد اکٹھا کرنا شروع کیا۔ کچھ علمی مواد جمع بھی ہوا، اس طرح ان کے اشعار کی تشریح لکھنی شروع کی۔ ابھی چند اشعار کی تشریح لکھ سکا تو معلوم ہوا کہ مقتدر علما اس سلام کی شرح لکھ رہے ہیں۔ تسلی ہوئی کہ یہ علما فقیر قادری غفرلہ کی نسبت بہتر انداز میں شرح لکھیں گے۔ فقیر نے مزید شرح لکھنے سے قلم روک دیا۔ حسنِ اتفاق سے ان دنوں ماہنامہ "دلیل راہ لاہور" نے "درود وسلام" نمبر کی اشاعت کا اہتمام کیا، اس طرح چند اشعار سلام کی شرح اس میں شائع ہوگئی۔ یہ خصوصی نمبر مئی، جون، جولائی ۱۹۹۳ء کی اشاعت پر مشتمل ہے۔ آئندہ صفحات میں جو شرح آپ پڑھیں گے وہ مذکورہ خصوصی نمبر کی اشاعت ثالثہ ہے۔ مولا کریم اسے قبول فرمائے اور فقیر کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین۔ (قادری محمد جلال الدین)

پہلا شعر

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حلِّ لغات

مصطفیٰ: برگزیدہ، قبول کیا ہوا، صفاتِ ذمیمہ وبشریہ سے پاک۔ شیخ الاولیاء امام محمد المہدی بن احمد بن علی بن یوسف الفاسی علیہ رحمۃ الباری لفظ "مصطفیٰ" کے مفہوم کو یوں بیان فرماتے ہیں: "فھوالمختار المستخلص، فانہ یقال صفا الشی صفاً خلص، وھو ﷺ مصطفی اللہ تعالیٰ و مختارہ و مستخلصہ من خلقہ و ھو صفوۃ الخلق و خیرتھم عندہ، وقیل معنیٰ "المصطفیٰ" المصطفیٰ من جمیع ادران اوصاف البشریۃ، فسمی بما ناسب وصفہ، وقیل معناہ المختار لغایۃ القرب، فسمی بما ناسب منزلتہ عند ربہ، لان الاصطفایۃ عبارۃ عن غایۃ القرب، لقولہ ﷺ ان اللہ اذا احب عبداً ابتلاہ فان صبرا جتباہ وان رضی اصطفاہ" (مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات، طبع لائل پور، ص ۱۱۸)

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ مصطفیٰ کا معنیٰ پسند کیا ہوا، اور خالص کیا ہوا ہے۔ اس اعتبار سے حضورِ اکرم نورِ مجسم ﷺ مختار اور تمام مخلوقاتِ الٰہیہ میں سے اللہ تعالیٰ کے پسند کیے ہوئے اور بہترین مخلوق ہیں۔

"مصطفیٰ" کا ایک معنیٰ یہ بھی بیان کیا گیا کہ وہ ذات جو تمام اوصافِ بشریہ کے میل کچیل سے پاک ہو، اسی مناسبت سے کہ حضورِ انور ﷺ تمام اوصافِ بشریہ کے میل سے پاک ہیں۔ آپ کا نام مصطفیٰ ہے۔ "مصطفیٰ" کا ایک معنیٰ مختار (پسند کیا ہوا) ہے۔ اصطفاء کا معنیٰ قرب الٰہی کا انتہائی درجہ ہے۔ چونکہ حضور اقدس وانور قرب الٰہی کے انتہائی درجے پر فائز ہیں اس مناسبت سے آپ کا نام مصطفیٰ قرار پایا۔ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزماتا ہے۔ اگر وہ صبر کرے تو اسے مرتبہ اِجتبا عطا فرما کر مجتبیٰ بنا دیتے ہیں۔ اور اگر وہ اس ابتلا میں مقامِ رضا اختیار کرتا ہے، تو اسے مرتبۂ اصطفا عطا فرما کر مصطفیٰ بنا دیتے ہیں۔"

بہر حال اصطفاء اپنے مذکورہ معنوں کی رو سے حضورِ انور ﷺ کی صفتِ کریم ہے اور آپ کی ذات مجمع البرکات ان تمام مفاہیمِ کریمہ کو شامل اور حاوی ہے۔ عارف باللہ سید احمد عابدین معنی اصطفا اور مصطفیٰ کے اطلاق میں لکھتے ہیں: "المصطفیٰ من خیرالاحباب المنعم علیھم بما لا یمکن وصفہ لقصور العبادۃ عنہ المتزاید ترقیھم فی

المقامات التی جلت عن الادراك الا لمن رضاھا" (جواہر البحار فی فضائل النبی المختار، مؤلفہ سید یوسف بن اسماعیل نبھانی، طبع مصر، ج ۳، ص ۳۴۹)

اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں میں سے مصطفیٰ وہ ہے جس کے اوصافِ حمیدہ بیان کرنے سے زبانیں عاجز ہوں، اور وہ مقاماتِ عالیہ پر ترقی کرتے رہیں۔ ان مقاماتِ عالیہ کا ادراک ہر کسی کے بس میں نہ ہو۔ محققِ جلیل محی الدین محمد بن مصطفیٰ معروف بہ شیخ زادہ علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب ظاہر و باطن اور صورۃً و معنیً مرتبۂ کمال پر فائز فرمایا اس کے بعد آپ کو مبعوث فرمایا گیا، بعدہ آپ کو مقامِ محبوبیت عطا فرما کر مقام اصطفا پر فائز کیا گیا۔ اس جہت سے مقامِ مصطفیٰ کا ادراک مخلوقات کے احاطۂ قدرت سے باہر ہے۔ فرماتے ہیں: "المراد من اصطفائہ حبیبا بعد بعثتہ و لا شك ان بعثتہ متراج عن بلوغہ الیٰ مرتبۃ الکمال صورۃً و معنیً" (شیخ زادہ شرح قصیدہ بردہ، طبع کراچی، ص ۸۵)

فاضلِ اجل، محققِ اکمل، علامہ عمر بن احمد الخرپوتی نے چند کلمات میں معنی اصطفا بیان فرما کر بحث کو مکمل فرمادیا۔ لکھتے ہیں: "ان مرتبۃ الا صطفاء اعلیٰ من مرتبۃ الکمال والا صطفاء بمعنی الا ختیار والا نتخاب" (عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ، طبع کراچی، ص ۸۶) مرتبۂ کمال سے اعلیٰ مرتبہ مقامِ اصطفا کا ہے۔ اس لیے کہ اصطفا کا معنیٰ پسند کرنا اور انتخاب کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ مرتبۂ کمال کسبی طور پر بھی حاصل ہوتا ہے اور وہبی طور پر بھی، مگر اختیار اور انتخاب میں کسب سے زیادہ نظر کرم اور حسنِ انتخاب کا دخل ہے۔ حضور مصطفیٰ کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکات میں اگرچہ تمام کمالات جمع ہیں، مگر اس سے بڑھ کر آپ کا وصف مرتبۂ اصطفا پر فائز ہونا ہے کہ رب العزت جل وعلا نے تمام مخلوقات، اولین و آخرین میں سے آپ کو مصطفیٰ بنایا۔ "فسبحن الذی زین حبیبہ الکریم بمرتبۃ الا صطفاو جعلہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارك وسلم"

"سلام" کے آغاز میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی کا حضورِ اکرم ﷺ کے اوصافِ حمیدہ اور صفات کمالیہ میں سے کلمہ "مصطفیٰ" کا انتخاب حسین آپ کے عشقِ رسول، کمالِ علمی اور وسعتِ مطالعہ پر عمدہ دلیل ہے۔

رحمت: نرم دلی، ترس، مہربانی، شفقت، جس کا نتیجہ مغفرت اور احسان ہو۔ علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "رحمت" کا معنیٰ یوں بیان فرماتے ہیں: "الرحمۃ فی کلام العرب العطف والاشفاق والرقۃ وھو صحیح فی حقہ ﷺ اذ ھو انعم الخلق واعظمھم واشفقھم وارقھم قلباً" (الریاض الانیقۃ فی شرح اسماء خیر الخلیقۃ، طبع بیروت، ص ۱۶۵) عربی زبان میں رحمت کا معنیٰ مہربانی، شفقت اور رقّتِ قلبی ہے۔ ان معنوں کے اعتبار سے حضور مصطفیٰ کریم ﷺ پر رحمت کا اطلاق درست ہے کیونکہ آپ کی ذات مجمع البرکات تمام مخلوقات میں سے سب سے زیادہ احسان فرمانے والے، سب سے عظیم، سب سے زیادہ شفیق اور سب سے زیادہ رقیق القلب ہیں۔

جانِ رحمت: علمائے راسخین، اولیائے کاملین اور ائمہ عارفین رحمھم اللہ تعالیٰ تصریح صحیح فرماتے ہیں کہ حضور مصطفیٰ کریم امین ﷺ ماسوائے اللہ سب پر رحمت اور نعمتِ رب الارباب ہیں اور سب حضور کی سرکارِ عالم مدار سے بہرہ مند و فیض یاب۔

ازل سے ابد تک، ارض و سما میں، اولیٰ و آخرت میں، دنیا و دین میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت، کسی کو ملی۔ یا اب ملتی ہے، یا آئندہ ملے گی۔ سب حضور ﷺ کی بارگاہ جہاں پناہ سے بٹی، اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔ (تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، مصنفہ امام احمد رضا، طبع مرادآباد، ص ۱۰) محققین تصریح فرماتے ہیں کہ جملہ انبیائے معظمین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت رحمت ہے اور تمام کی خلقت کا مادہ اولی رحمت ہے، لیکن حضور سید المرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین کا وجودِ مسعود ہی "رحمت" ہے اور آپ "عینِ رحمت" اور "جانِ رحمت" ہیں وجودِ مصطفیٰ رحمت کا مترادف ہے۔ ظہورِ وجودِ مصطفیٰ، ظہورِ عینِ رحمت ہے۔ آپ کی بعثت اس رحمت پر مزید فضل الٰہی ہے۔ آیۂ کریمہ "وما ارسلنك الا رحمۃً للعٰلمین" اسی امر کی شہادت دے رہی ہے۔ بطورِ اختصار چند علمائے ربانیین کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

عارف باللہ سید ابو العباس المرسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جمیع الانبیاء خلقوا من الرحمۃ و نبینا ﷺ عین الرحمۃ قال تعالیٰ و ما ارسلنٰك الا رحمۃً للعٰلمین" (مطالع المسرات، طبع لائل پور، ص ۱۱۴) تمام انبیائے عظام کو "رحمت" سے پیدا فرمایا گیا اور ہمارے آقا حضور سید المرسلین ﷺ عین الرحمۃ، جان رحمت ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے محبوب! ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

حضرت شیخ عبد الجلیل القصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "۔۔۔ان کل خیرٍ ونورٍ و برکۃٍ شاعت و ظھرت فی الوجود او تظھر من اول الایجاد الیٰ آخرہ انما ذلك بسببہ ﷺ ۔۔۔ فنفس محمدٍ رحمۃً للعلمین وسائر الانبیاء مبعثھم رحمۃً فلذلك سعد من اجاب ما بعثوا بہ من الھدیٰ وعوجل بالعذاب من اعرض عنھم و محمد ﷺ مولدہ و

نفسہ رحمۃ وامان وکذا مدفنہ الیٰ نفخ الصور فحرمۃ تلک الرحمۃ وامانہ قائم"(مطالع المسرات، ص ۱۱۴) ہر خیر، نور، برکت جو ظاہر ہوئی اور وجود میں آئی، یا آئے گی، ازل سے ابد تک، سب حضور ﷺ کے سبب سے ہے۔ حضور کی ذات تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے اور دیگر انبیائے کرام کی بعثت رحمت ہے۔ اسی سبب سے انبیائے کرام کی لائی ہوئی شریعت پر جس نے عمل کیا، سعید ہوا اور جس نے اس ہدایت سے اعراض کیا، عذاب میں گرفتار ہوا، لیکن سید الانبیاء ﷺ کی ذات، آپ کی ولادت ہی رحمت اور امان ہے۔ آپ کا گنبد خضرا رحمت اور امان ہے۔ اسی لیے اس کی حرمت اب بھی باقی ہے۔

سند المحدثین عارف باللہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "زین اللہ محمداً ﷺ بزینۃ الرحمۃ فکان کونہ رحمۃ و جمیع شمائلہ وصفاتہ رحمۃ علی الخلق"(شفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، طبع بیروت، ص ۱۶) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو زینت رحمت سے مزین فرمایا ہے۔ آپ کا وجود ہی رحمت ہے، آپ کے تمام شمائل اور صفات مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی شارح شفا فرماتے ہیں: "جعلہ عین الرحمۃ لارشادہ لھم"(نسیم الریاض، طبع بیروت، ج ۲، ص ۲۹۴)

قطب ربانی سید ابو العباس التجانی القاسی رحمۃ اللہ علیہ (تیرھویں صدی ہجری کے عالم) فرماتے ہیں۔ "ثم صار یفیض علیٰ خلقہ من النور فی الحقیقۃ المحمدیۃ من العلم و الرحمۃ فکان بھذہ المشابۃ ھو عین الرحمۃ ﷺ وکان ذلک النور ھو الحقیقۃ المحمدیۃ"(جواہر البحار، طبع مصر، ج ۳، ص ۶۱)

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نورِ اوّل پر جو حقیقتِ محمدیہ تھا، اپنے علم اور رحمت سے فیضان فرمایا، اس طور سے حضور ﷺ عین الرحمۃ اور جانِ رحمت ہیں۔ یہی نور، حقیقتِ محمدیہ ہے۔ اگرچہ حضور جانِ نور پر نور ﷺ کی بعثت دیگر انبیائے عظام علیہم السلام کی طرح رحمت ہے، مگر آپ کا وجودِ مسعود ہی رحمت ہے۔ بلکہ جہاں کی جملہ رحمتیں آپ کے وجود کی برکت کا ظہور ہیں۔ رحیم اور رحمت فرمانے والے اگرچہ آپ کے اسمائے مبارکہ میں سے ہیں، مگر ارشادِ ربانی میں آپ کا نامِ مبارک رحمت ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے سلام کے آغاز ہی میں "مصطفیٰ" اور "جانِ رحمت" صفاتِ نبویہ کا حسین انتخاب ہی لاجواب ہے۔ شاید اس سے بہتر انتخاب ممکن نہ ہو۔

شمع: چراغ۔ ارشادِ ربانی: یایھا النبی انا ارسلنٰک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ (الاحزاب) ۔۔۔ میں حضور نور الانوار ﷺ کو سراجِ منیر کہہ کر مخاطب فرمایا گیا، سراج کے مفہوم کو مذکورہ شعر میں شمع سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بزم: جشن، محفل، مجمع شادی۔

ہدایت: راہنمائی، نجات، بیان، دلالت۔ ہدایت ہا کے کسرہ کے ساتھ مستعمل ہے۔ بعض نے ہا کو فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔

بزم ہدایت: دنیا میں جس قدر انبیا و مرسلین تشریف لائے سبھی ہادی و مہدی تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی امتوں میں ہادی بھی تھے اور اب حضور مدار ہدایت ﷺ کی امتِ کریمہ میں صحابۂ کرام، ائمۂ اہلِ بیت، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین اور جملہ علمائے عاملین سب کے سب ہدایت کے ستارے ہیں۔ **حدیثِ نبوی:** "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم" (بیہقی، کنز الحقائق، ص ۳۸۹)۔۔۔ میں انہی ہدایت کے ستاروں کا بیان ہے، دنیا کے تمام ہادین اولین و آخرین کے ہادین اور انبیا و مرسلین اور اولیائے عارفین، سب ہادین، کو اگر ایک بزم میں جمع تصور کر لیا جائے تو صدر بزم، میر محفل، سرکار مدار ہدایت ﷺ ہیں۔ تمام انبیائے کرام اور دیگر ہادین نے آپ کی ہدایت سے ہدایت حاصل کی۔ **آیۂ کریمہ:** "الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم و الاغلٰل التی کانت علیھم" (الاعراف) ترجمہ: وہ جو غلامی کریں اس رسول بے پڑھے، غیب کی خبریں دینے والے کی، جسے لکھا ہوا پائیں اپنے پاس توریت اور انجیل میں، وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا، اور ان پر وہ بوجھ اور گلے کے پھندے، جو ان پر تھے، اتارے گا۔ ۔۔۔ میں حضور کے اوصافِ کریمہ کا ذکر کر کے فرمایا: فالذین امنوابہ وعزروہ و نصروہ واتبعواالنور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون۔ (اعراف، ۱۵۷) تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں، جو اس کے ساتھ نازل ہوا۔۔۔ وہی بامراد ہیں۔ اس کے متصل فرمایا: قل یایھا الناس

انی رسول اللہ الیکم جمیعاً الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ھو یحی ویمیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلمتہ وتبعوہ لعلکم تھتدون۔ (اعراف،۱۵۸) ترجمہ: تم فرماؤ اے لوگو! میں تمام آدمیوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ وہ کہ زمین و آسمان میں اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہی جلائے اور مارے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی امی پر، کہ اللہ اور اس کے کلاموں پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پیروی کرو کہ تمہیں ہدایت ہو۔ ان آیات مقدسہ سے معلوم ہوا کہ ہدایت کا مدار تو حضور نبی امی کریم ﷺ ہیں کہ جو ان سے ہدایت پائے ہدایت یافتہ ہے۔ وہی ہادی بن سکتا ہے اور جو ان سے اعراض کرے دنیا و آخرت، اولیٰ واخریٰ میں نہ وہ ہدایت یافتہ ہے اور نہ وہ ہادی۔ میثاق روز "الست" میں تمام انبیائے عظام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے عہد فرمایا کہ وہ حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں گے اور آپ کی ہدایت سے ہدایت پائیں۔ علامہ شہاب الدین خفاجی شارح شفا کے الفاظ اس سلسلے میں بڑی وضاحت فرماتے ہیں: "والروح النبویۃ المقدسۃ لمعۃ من نورہ والملائکۃ شرر تلک الانوار وبھذا صرح فی ھیا کل النور فلذا سمی النبی ﷺ نوراً ولا قتباسہ من الانوار الاطعیۃ سمی سراجاً لما فاض علیہ من الانوار العلویۃ" (نسیم الریاض، ج۲، ص۳۹۶)

روحِ مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہے۔ ملائکہ و مرسلین کے انوار آپ کے نور کا پرتو ہیں۔ حضور کا نور مخلوق کے تمام انوار کا منبع ہے اور چونکہ آپ کا نورِ مقدس تجلیات الٰہیہ سے مقتبس ہے اس لیے آپ کو سراج بھی کہا گیا ہے۔

لاکھوں: لاکھ کی جمع، عام طور پر سو ہزار کے عدد کو لاکھ کہتے ہیں۔ اس صورت میں یہ عدد معین ہوتا ہے، مگر بعض اوقات غیر معینہ معدود کو بیان کرنے کے لیے لاکھ یا لاکھوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہ نے اپنے اس سلام میں "لاکھوں سلام" سے مراد غیر معینہ تعداد میں اور لاتعداد بار سلام مراد لیا ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

پورا قصیدۂ سلامیہ میں "پہ لاکھوں سلام" سے انشاء سلام مراد ہے یا خبر سلام؟۔۔۔ دونوں احتمال ممکن ہیں۔

جملۂ خبریہ کی صورت میں اس کا مفہوم ہوگا کہ مصطفیٰ کریم ﷺ کی ذات مجمع البرکات پر اس کے مولیٰ جل وعلا، اس کی نورانی مخلوق فرشتوں، انبیا و مرسلین اور جملہ مؤمنین اولین وآخرین کی طرف سے ازل سے تا ابد، دنیا و آخرت میں لاتعداد، بے شمار مرتبہ درود و سلام ہوا ہے، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

جملۂ انشائیہ کی صورت میں اس کا مفہوم ہوگا کہ حضورِ اکرم نور مجسم ﷺ کی ذاتِ قدسی صفات پر اللہ تعالیٰ کا ازل سے ابد تک ہر آن میں لاتعداد، بے شمار مرتبہ قدسی نورانی درود وسلام ہوتا رہے۔۔۔ اور اسی طرح اس کے مقرب فرشتوں، محبوب انبیائے کرام اور جملہ ایمانداروں کی طرف سے بھی ہر آن، ہر لمحہ، اس دنیا میں اور آخرت میں بے شمار بار درود و سلام کے تحفے "مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ" پر ہوتے رہیں۔

اگرچہ جملۂ خبریہ کی صورت میں خبر صلوٰۃ وسلام میں بھی حضور سرکار ہدایت مدار ﷺ کی عظمت کے جلوے نمایاں ہیں، مگر انشاء صلوٰۃ و سلام میں جو لطف و عنایت مضمر ہے۔ وہ اہلِ دل، اہلِ نظر سے مخفی نہیں، اسی لیے نماز کی حالت میں اجلہ فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی کہ تشہد پڑھتے وقت انشاء سلام کا قصد چاہیے۔ صرف حکایت سلام کا تصور کافی نہیں۔ امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ رحمۃ الباری کے اس سلام کا ہر شعر بے مثال ہے۔ اشعار میں سلاست، بے ساختگی، عشق و محبت کی فراوانی کا جو عنصر ہے۔ اس نے اسے لازوال بنا دیا ہے، مگر ذرا اس پہلے شعر:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

کے دونوں مصرعوں کو دوبارہ پڑھیے! بار بار پڑھیے! کہنے کو یہ دونوں مصرعے قصیدے کا حصہ ہیں، مگر دونوں مصرعے "نثر" کا اعلیٰ نمونہ ہیں اور نثر بھی سہلِ ممتنع۔ شعر کا ایک ایک حرف ایسا موتی ہے جس کا جواب نہیں اور پھر حسنِ ترتیب تو قدسی جذبات کی نمائندگی کر رہی ہے۔ عشق و محبت کی اسی دولت کی بدولت درود وسلام کا یہ قصیدہ عرب و عجم میں یکساں مقبول ہے۔ اردو زبان کا یہ سلام اردو سے ناواقف حضرات کی زبانوں پر بھی جاری ہے اور ان کی مجلسوں میں بڑے ذوق و شوق سے سنا جاتا ہے۔

کشف تصحیحات (۱۳۱۷ھ) ترجمہ تصدیقات الحرام (۱۳۱۷ھ)

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اس ماہ سے ماہنامہ معارفِ رضا میں "اعترافات مشاہیر" کے عنوان سے ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جس کے تحت مشہور و نامور افراد کے امام احمد رضا کی حیات و خدمات پر تاثرات کو پیش کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ابتداء امام احمد رضا کی تحریک ندوہ سے متعلق کتاب پر علمائے مکہ مکرمہ کے تاثرات سے کی جارہی ہے۔ یہ پہلا موقع تھا جب امام احمد رضا کی خدمات پر علمائے مکہ مکرمہ نے کھل کر داد دی۔ امام احمد رضا نے علمائے مکہ کی ان تحریروں کو "تصدیقات الحرام" (۱۳۱۷ھ) کے نام سے مرتب کیا اور بعد ازاں اس کا اردو ترجمہ "کشف تصحیحات" (۱۳۱۷ھ) کے نام سے کیا۔ یہ اردو ترجمہ اس ماہ پیش کیا جارہا ہے۔ یہ تصنیف فتاویٰ رضویہ میں شامل نہیں ہے۔ عبید

(۱)

زاں بعد میں نے اس عجالے کو اول تا آخر دیکھا اور اس کے اٹھائیس جوابوں پر نظر کو تو میں نے جانا کہ وہ افضلِ تصنیفات و تالیفات ہے خصوصاً وہ اس کی تصنیف ہے جو اہلِ سنت وجماعت کی یاوری اور مشرب اہلِ زیغ وکفر وضلالت کی پردہ دری کی طرف بلانے والا ہے۔ مصنف نے خوب لکھا اور فائدہ بخشا۔ اللہ تعالیٰ اسے اسلام و مسلمین کی طرف سے بہتر جزا دے اور اس کی کوشش قبول فرمائے اور اس کی عزت، اس کا جمال، اس کا کمال دنیا و آخرت میں ہمیشہ رکھے۔ آمین۔ اس تصدیق کے لکھنے کا حکم دیا اپنے رب سے کمال کامیابی کے امید وار محمد سعید بن بابصیل شافعیہ کے مفتی مکہ معظمہ کے رئیس العلما نے اللہ اس کے اور اس کے والدین و اساتذہ و دوستاں وجملہ مسلمانان کے لیے مغفرت فرمائے۔

(محمد سعید بابصیل ۱۳۰۰)

(۲)

سب خوبیاں اللہ پرور دگارِ عالم کو اور درود و سلام اشرفِ پیغمبر اں پر نازل ہو محمد ہمارے آقا و سرور اور ان کے سب آل واصحاب پر پس ازاں جب یہ صحیح جواب میرے مطالعہ میں آئے، میں نے اس باب میں لاجواب پائے۔ ان میں شک نہ لائے گا مگر منافق بے یقین یا کوئی دشمن حق وصواب سے کنارہ گزیں۔ قرآن وحدیث سے مستحکم کیے ہوئے ہیں۔ ملحدوں کے دلوں پر نیزوں کا کام کررہے ہیں۔ شکر اس خدا کا جس نے اس فاضل کو ایسی تالیف شریف کی توفیق دی جس نے اس کی بلندی قدر ورسوخ قدم فائق پر دلالت کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے امثال بڑھائے اور اس کا انجام اچھا بنائے اور ہمارا اور اس کا خاتمہ جنت و دیدارِ الٰہی پر فرمائے کہ خدا کی قسم اس نے نصرتِ حق واہلاکِ باطل کے لیے بے شک خوب کہا اور فائدے دیے۔ الٰہی ہم تیری طرف التجالا کر ان باتوں سے بیزار ہوتے ہیں جو طوائفِ بے دین نیچری و رافضی و وہابی وغیرہم ملحدوں نے بکیں۔ الٰہی ہمیں مذہب اہلِ سنت وجماعت پر مرنا نصیب کر، نہ بہکے ہوئے نہ بہکانے والے، نہ دین بدل کر نیا رنگ لانے والے۔ تو ہمیں کافی ہے اور اچھا کارساز۔ بقلم خود لکھا اپنے ربِ جلیل کی مغفرت کے امید وار محمد صالح بن علامہ مرحوم صدیق کمال حنفی مفتی مکہ مکرمہ نے اللہ تعالیٰ اس کا اور اس کے والدین کا والی رہے اور ان سب کے ساتھ احسان۔

(محمد صالح کمال)

(۳)

سب خوبیاں اللہ کو جس نے حد سے گزرنے والوں کے جھوٹے ادعائے دین، اور ایجادات شنیعہ ملحدین سے شریعت المرسلین کی حمایت فرمائی۔ اس پر یقینی قطعی دلیلوں حجتوں کی اقامت فرمائی علمائے سنت اہلِ حق ویقین سے اس کی تقویت فرمائی اور درود و سلام ہمارے آقا محمد ﷺ پر جو نرم و آسان دین لے کر تشریف لائے۔ اس کے اہل سے ہو جو اس پر عمل کرے اور اس کا عہد نباہے۔ وہ فرماتے ہیں ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حکم الٰہی پر خوب قائم رہے گا اسے ضرر نہ دے گا جو اس کا خلاف چاہے۔ اور ان کی آل پر جو ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے اور اصحاب پر کہ ان کی شریعت کے حامل ہوئے۔ جنہوں نے بقصد مدد گاری دین انکا حکم ماننے اور ان کے دین

کی غیرت و حمیت میں اپنی جانیں دیں۔ جو ان کی شان گھٹائے دین سے باہر آئے۔ جیسے تیر شکار سے نکل جائے اور ان کے تابعین پر جنہوں نے سرکش ملحدوں کے شبہات کے ٹکڑے اڑائے اور جسے خدا گمراہ کرے اسے کون راہ دکھائے۔ زاں بعد میں نے سردار فاضل علامہ کامل برادرِ دینی مولانا احمد رضا کے جواب دیکھے۔ اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور ہم سب کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پسندیدہ کے گروہ میں اٹھائے میں نے وہ جواب موافق صواب و مطابق سنت و کتاب پائے مصنف نے ان میں وہ دلائل و براہین ظاہر فرمائے، کہ بندگانِ خدا میں جو فائدہ لینا چاہے اسے کافی ہیں اور گمراہوں باغیوں اہلِ کفر و رفض و عناد کی جڑ بنیاد کے نافی ہیں مصنف نے ان میں اپنی قدرتیں کوششیں راست کرداری و راست گفتاری کے ساتھ خرچ کیں اور انسان پر حق میں کوشش کے بعد (کسی کے نہ ماننے کا) الزام نہیں۔ واللہ کہ مصنف نے تمام علمائے اسلام کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کام پر نیک جزادے اور اس کے فعل سے سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آنکھ ٹھنڈی کرے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہمیں یہ سوال کہ ہم سے دور رہے کجی و ضلال بجاہِ محمد و حرمتِ آل اور اللہ کے درود و سلام محمد ہمارے سرور اور ان کے آل و صحابہ پر۔ اسے اپنی زبان سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا محتاجِ بارگاہِ ربِّ الناس سید سالم بن عمر عطاس علوی مدرس حرم شریف مکی نے اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے استاذوں اور سب مسلمانوں کو بخشے۔ آمین!

(عمر ابن سالم بن عمر العطاس)

(۴)

سراہنا اسے کہ پیدا فرمانا خاص ہے اسی کے لیے۔ اس نے سچے عقیدوں سے اپنے دوستوں کے دل نورانی کیے اور درود و سلام بہترین عباد ہمارے سردار محمد ہادی راہِ رشاد پر جنہوں نے اپنی شریعت کی روشن دلیلوں سے ٹیڑھے ہٹ دھرموں کے جھوٹے چٹکلے مٹائے اور ان کے آل واصحاب و پیران واحباب پر کہ طیب و جلالت سے متصف آئے۔ بعد ازاں میں نے رہوارِ خوش رفتار نظر کو اذنِ جولاں دیا اور اس تازہ نو آئین کتاب کے میدانوں میں عنانِ فکر کو نرم کیا۔ تو اسے پایا کہ اس نے جلیل شریعت کی بلند حجتیں اور اس کی معزز قطعی یقینی ہدایتیں وہ جمع کیں جن سے ملحدوں کے شک ہٹادیے اور معاندوں سرکشوں یقینی مدلّل دینِ اسلام سے نکل جانے والوں کے باطل مذہب مٹادیے۔ مصنف کی خوبی اللہ کے لیے ہے کس قدر حاذق اور کتنا خوبیوں والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی درازی عمر سے مسلمانوں کو بہرہ مند کرے اور اسے امتِ مرحومہ کی طرف سے افضل جزادے۔ وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ یہ اپنی زبان سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا مسجد حرام میں طلبۂ علم کے خدمتگار مالک عرشِ عظیم کے امیدوار عمر بن ابی بکر باجنید نے اللہ تعالیٰ اسے اور سب دوستوں اور سب مسلمانوں کو بخشے۔ آمین!

(عمر ابن ابی بکر باجنید ۱۲۹۶)

(۵)

سب تعریفیں اسے جس نے حق کو بلند و چست کیا اور باطل کو زیر دست کیا اور درود و سلام ہمارے سردار محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کہ دین درست وراہِ راست لے کر مبعوث ہوئے اور ان کی آل پر کہ بر مذہب کمینے کی کجی سے پاک رہے اور ان کے اصحاب پر جنہوں نے اس نبی کریم کی مدد کے لیے اپنی جان و بدن تج دیے۔ کہ اس سے قواعدِ دین نے استحکام پائے اور ہر فائدہ لینے والے کو نفیس فائدے ہاتھ آئے اور ان کے پیروانِ راہ پر کہ شبہات ہٹاتے ہیں دین سے دلیل زور متین سے مولیٰ تعالیٰ انہیں بدلے میں سب سے بہتر بھلائی دے اور ان کی راہ سے الگ چلنے والے کو سب سے سخت تر رسوائی دے۔ پس ازاں میں نے یہ پُر زور جواب دیکھے جو ناکس لوگوں کے باب میں لکھے گئے اور جو کچھ ہمارے علما ہمارے سرداروں نے لکھا ہے اس کی تائید و تصویب کر رہا ہے۔ وہ ہمیشہ ناصر ملت و حامیِ سنت رہیں۔ مولا تعالیٰ ان کے امثال بڑھائے اور ان کے اقوال کی تائید فرمائے۔ ان کے احوال میں مضبوطی لائے۔ صدقہ خاتم النبیین کا ان پر اور ان کے آل واصحاب پر ہر وقت ہر آن۔ بہتر درودِ درود خاناں وخوشتر سلامِ سلام گزاراں اسے کہا حقیر اپنے مولائے غنی کے فقیر حسین بن محمد حبشی نے اپنے سرداروں کے حکم سے ورنہ میں نہ شمار میں نہ قطار میں۔

(حسین بن محمد حبشی)

(۶)

ایک اللہ کو حمد و ثنا جس کا نہ کوئی ضد نہ کوئی ہمتا اور درود و سلام ہمارے آقا محمد پر جن کے بعد کوئی نبی نہ پیمبر اور ان کے آل واصحاب پر کہ

ٹیڑھے نافرمانوں کے شبہے دور فرمانے پر قائم رہے اور گمراہوں ملحدوں کے خرافات باطل کرنے پر دائم۔ بعد ازاں کہتا ہے بندۂ حقیر امید وارِ رحمتِ ربِ قدیر تفضل الحق، اللہ اپنے لطفِ خفی سے اسے اور اس کے ماں باپ کو بخشے۔ یہ جواب صحیح وصواب، نظرِ عمیق وفکرِ دقیق سے میرے مطالعہ میں آئے جس قدر فتوے ایسے مسائل میں لکھے گئے سب سے بہتر پائے۔ یہ بتارہے ہیں کہ مؤلف عالم علامہ فاضل فہامہ کہ عمائد میں ایسے ہیں جیسے آدمی کے بدن میں آنکھ ان کے علوم بہت پکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں ہماری اور سب مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزا عطا کرے اور ہمیں اور سب اہلِ اسلام کو ان کے علوم سے نفع بخشے جب تک سورج چمکیں اور ستارے طلوع کریں۔ صدقہ اپنے سب اگلوں پچھلوں کے سردار کا ان پر اور ان کے آل واصحاب پر درود وسلام خدا۔ آمین!

(تفضل الحق)

(۷)

سب خوبیاں اللہ کو جس نے علمائے دین کی حفاظت سے بیضۂ اسلام کی حفاظت کی اور جو اس کے نور بجھانے میں ہوا اپنے قوی قہر کے تیرے اس کی جان لی اور جس نے اس کے رفیع اصول بلند ستون والے محکم دین کا اعزاز کیا اسے عزت دی اور نہایت کامل و تمام۔ درود و سلام ہمارے آقا سردار اولاد عدنان پر اور ان کے آل و اصحاب و تابعین باحسان پر تاروزِ محشر خصوصاً علمائے باعمل پر پس ازاں میں مطلع ہوا اس پر جو لکھا علامہ یکتا صاحبِ ہمت بلند و عزت مولٰنا احمد رضا نے۔ اللہ عزّوجل اسے مقام کمال ستائش کو پہنچائے۔ یہ تو عجیب رسالہ ہے جس کے مسائل احادیثِ نبویہ و ارشاداتِ علما سے چن کر آئے۔ تو جاہلوں دین کے دشمنوں کو اس میں انکار کی گنجائش نہیں۔ مؤلف کی خوبیاں اللہ کے لیے ہیں کہ اس نے ان گمراہ بدمذہب گروہوں پر رد کے اظہار میں اپنی ہمتیں صرف کیں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی جزاوں میں سب سے بہتر جزا عطا فرمائے۔ اور دینِ متین کی حاجتوں کے وقت کام آنے کے لیے اسے ذخیرہ بنائے۔ اور مدتہا مدت تک اس کے سے لوگ اہلِ سنّت میں بکثرت لائے۔ آمین یارب العالمین۔ اور درود وسلام ربِ اکبر بہترین عالم محمد ہمارے سرور اور انکے آل واصحاب سب پر۔ راقم اپنے کمال محسن پروردگار کے عفو کا امیدوار، محمد سعید بن محمد سلیمان مدرس حرم شریف۔

(محمد سعید ۱۳۰۹)

(۸)

سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے علما کو وسیلۂ رہنمائی ٹھہرایا اور جو عناد وفساد چاہے اس کے لیے انہیں شمشیر برّاں بنایا اور درود وسلام تمام مخلوقِ الٰہی وبندگانِ خدا سے بہتر ہمارے مولیٰ محمد اور ان کے آل واصحاب کاملین خدا پرست پر۔ بعد از اں علامہ فہامہ مولانا احمد رضا کے جواب اور ان کے نوشتے مؤید بہ سنت وکتاب وجہ رضائے خالق فضاربّ الارباب میری نظر میں آئے میں نے معانی میں کامل اور الفاظ میں تام پائے۔ ایسی تصنیف پر اکثر وہ لوگ قادر نہیں جو حفّاظِ علوم کہلائے۔ اللہ عزوجل سب سے بلند تر فردوس کے غرفوں میں اپنے پیارے انبیا و مرسلین کے ساتھ اسے بلند رسائی دے ایسا ہی کرائے پروردگار سارے جہان کے۔ میں کہتا ہوں اور اللہ ہی پر بھروسا رکھتا ہوں کہ ان ندویوں کا یہ کام نہیں مگر ہوائے نفس وپیروی شیاطین۔ کیا ڈرتے نہیں کہ اللہ عزوجل اسلام پر غیرت فرما کر انہیں عذاب کے شکنجے میں لے۔ کیا اعتقاد نہیں رکھتے کہ روزِ قیامت اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اس کے حضور فضیحت ہوں گے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ؎

وہ دن کریاد جب پیشِ خدا تو
اکیلا آئے اور میزان لائیں
گناہوں کے حجاب ایک ایک ہوں چاک
جرائم برملا بے پردہ آئیں

اور اس سے بھی بلاغت میں بڑھ کر اور سینوں میں تیر برسانے میں جلد تر۔ اس کا ارشاد ہے جو لوگوں کو جمع فرمائے گا اس دن جس میں شک ناممکن۔ وہ کونسا دن ہے حشر کا دن۔ کہ فرماتا ہے: "اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ خبر دار ہے دلوں کی بات سے۔ کیا اس دن سے نہیں ڈرتے جب ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور ہر گابھن گابھ ڈال دے گی اور تو لوگوں کو خیال کرے کہ نشے میں ہیں اور وہ نشے میں نہیں بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔" یہ میں اُس کے لیے کہتا ہوں جو حق وبیان کا طلب گار ہے۔ کہ اس کے

لیے پردہ اٹھ گیا اور حق آشکار ہے۔ رہا وہ جو جھگڑ کر خدا کا نور بجھانا چاہے، تو اللہ اپنا نور ضرور پورا کرے گا اگرچہ کافروں کو برا لگے اور میں اپنے مسلمان بھائیوں کو تاکید کرتا ہوں کہ ان دشمنانِ دین کے دفع کو کھڑے ہو جائیں اور اپنے دینِ راست کی مدد فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "بے شک تمہیں اللہ عزوجل نے تین باتوں سے پناہ بخشی تمہارے تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے ضرر کی دعا نہ فرمائیں گے کہ سب ہلاک ہو جاؤ اور باطل والے اہلِ حق پر غلبہ نہ پائیں گے اور تم گمراہی پر جمع نہ ہوگے۔" یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صغیر واوسط میں بسندِ جید حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "تین باتیں بے شک ہیں جو اسلام میں خوبی کا کوئی حصہ رکھتا ہے اللہ اسے اس کی برابر نہ کردے گا جو حصہ نہیں رکھتا اور اللہ جسے دوست رکھے اسے کسی دوسرے کی سپردگی میں نہ دے گا اور جو شخص کسی قوم سے محبت رکھے انہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا اور امام احمد بسند صحیح روایت کرتے میں تین باتوں پر قسم یاد فرماتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسلام میں نصیب والے کو بے نصیب کے برابر نہ کردے گا اور اسلام میں خوبی کے بڑے حصے تین ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور جس بندے کو اللہ عزوجل دنیا میں دوست رکھے ہرگز نہ ہوگا کہ اسے روزِ قیامت دوسرے پر چھوڑ دے اور جو شخص جن لوگوں سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے انہی کے ساتھ کردے گا۔ اور حاکم نے بافادۂ تصحیح روایت کیا شرک اس سے بھی زیادہ پنہاں ہے جیسے چکنی چٹان پر اندھیری رات میں چیونٹی کی چال اور ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ تو کسی قدر ظلم وخلاف حق پر محبت اور کسی قدر عدل پر عداوت رکھے اور دین ہے کیا اسی حب وبغض کا تو نام ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے اے نبی تو فرما اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ صحیح ابن حبان کی حدیث ہے صحبت میں نہ رہ مگر صاحبِ ایمان کی اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار اور سننِ ابی داؤد و صحیح ابنِ حبان میں ہے اس کی کہاوت جو اپنی قوم کی ناحق مدد کرے اس اونٹ کی سی ہے جو کنوئیں میں گرِ گیا اور اب وہ اس میں سے دم پکڑ کر کھینچا جارہا ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گناہ میں پڑا اور ہلاک ہوا جیسے اونٹ کہ چاہِ ہلاکت میں گِرا اور دم پکڑ کر کھینچا جائے تو کیونکر خلاص پر قدرت پائے۔ طبرانی کی حدیث ہے: "جو کسی ظالم کے ساتھ چلے کہ اس کی اعانت کرے اور جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ اسلام سے نکل گیا۔" اور ان ندویوں کا ان حالتوں پر جمگھٹ صاف اعانت ہے جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس کے دل کی آنکھ اللہ تعالیٰ نے روشن کی اور واجب یہ ہے کہ ان کے پاس نہ بیٹھیں ان کے ساتھ نہ چلیں کہ ارشاد ہوا ہے: "جو رمنے کے آس پاس پھرے گا نزدیک ہے کہ اس میں گرے گا۔" رہی ان کی جائے[1] مخصوص جس کا نام ندوہ ہے ہر شخص پر اس میں دخول سے بچنا واجب ہے جیسا کہ دلائلِ گزشتہ سے معلوم ہے۔ ظاہراً یہ مجلس کافروں کے مکرِ نہانی سے ہے جس پر اس کا نام ندوہ رکھنا ہی دلیل ہے۔ مجھے تو یہی گمان ہے کہ اس مجلس سے ان کی مراد اپنے انہی دوستوں کی سنتیں جگانا ہے (جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں ندوہ بنایا تھا، ہندوستان کے شہروں سے تعجب ہے کہ ایک وقت وہ تھا کہ وہ کثرت فضلا وعلما کے مجمع تھے اور اب کثرتِ جہلا واغنیا کے ٹھکانے ہوگئے اور اس کا سبب کچھ نہیں کہ یہ لوگ آئے دن صریح باطل عقیدے پسند کرتے ہیں جو نہ زمانۂ نبی ﷺ میں سُنے گئے نہ صحابہ وتابعین اور ان کے اچھے پیروؤں کے وقت میں سوا اس صدی یا اس سے[2] پہلی کے اور ان کے یہ جھوٹے عقیدے بہت سے جاہلوں نے مان لیے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کی برائیوں اور اپنی بداعمالیوں جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی بہکانے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اس کا کوئی رہنما نہیں۔ الٰہی ہمیں راہبر راہ یاب کر۔ صدقہ اپنے نبی کا جو تمام پیمبروں کے سرور۔ درود وسلام الٰہی بکثرت تا روزِ محشر ان پر اور ان کے آل واصحاب پر۔ میں اتنا کہتا اور عظمت والے اللہ سے اپنے والدین اور ہر مسلمان مرد وزن زندہ ومُردہ کے لیے مغفرت مانگتا ہوں۔ اللہ درود وسلام بھیجے محمد ہمارے سرور اور ان کے آل واصحاب وپیروانِ راہ سب پر۔ الٰہی ایسا ہی کر۔ یہ اپنی زبان سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا امیدوارِ رحمت جلیل، اسمٰعیل بن حافظِ کتب سید خلیل حافظ کتب حرم شریف نے اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اپنے لطفِ خفی کے ساتھ معاملہ کرے۔

(اسماعیل بن السید خلیل)

(۹)

سب خوبیوں سراہا اللہ سارے جہاں کا پروردگار اور درود و سلام ان پر جو تمام انبیا کے سردار محمد ہمارے سرور اور ان کے آل و اصحابہ سب پر زاں بعد یہ عجالہ اور اس میں مسائل کے جواب میری نظر میں آئے۔ میں نے صواب، و موافق سنت و کتاب، بابیان ملیح و زبان فصیح پائے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے صدقہ عزت و کرم والے نبی اور ان کے آل و اصحاب گرامی کا۔ راقم فقیر غلام مصطفےٰ مہاجر مجاور حرم مکہ معظمہ اسے اور اس کے ماں باپ اور سب اہلِ اسلام و ایمان مردان و زنان کو بخشے اللہ تعالیٰ کہ وہ کریم ہے دعائیں سننے والا۔

(غلام مصطفےٰ)

(۱۰)

سب خوبیاں خدا کو جس نے نہایت بلند حجت اور سب سے روشن تر دلیل سے ملحدوں، بے دینوں کے زٹل قافیے باطل کیے اور کامل تر درود و سلام ان پر اُترے جو اس آیت کے مامور تھے: ''کھول کر کہہ دے جس بات کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لے'' اور ان کے آل و اصحاب پر جنہوں نے دین متین کی مدد میں اپنے مال و جان صرف کیے۔ صراطِ مستقیم کی طرف خلق کے رہنما ہوئے۔ دینِ متین کو مفسدوں کے تعرض سے تیغ و زبان کے ساتھ بچاتے رہے۔ زاں بعد میں نے یہ سود مند عجالہ اور یہ فتویٰ گمراہوں، بد مذہبوں، ہالکوں کی باطل باتیں دفع کرنے والا دیکھا تو اسے پایا کہ ان کے مشہور باطل عقیدوں کی نیو ڈھاتا ہے۔ اور ان کے پراگندہ مہمل قاعدوں کی بنیادوں کا قلع قمع فرماتا ہے۔ اللہ اس کے مصنف کو سب مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزا دے اور اسلام پر سے اس کے دشمنوں کے حملے دور کرنے کو ہمیشہ اسے قائم رکھے اور ہمیشہ سے ہندوستان کے شہر ہر وقت علمائے محققین و فضلائے مدققین سے معمور رہے ہیں۔ اسی لیے وہ آج تک خلل کے راستے پانے سے بچے ہیں۔ اگرچہ اور بہت شہروں میں خلل نے دخل کر لیے ہیں، ان کے پچھلے اگلوں کے قدم بقدم چلے ہیں، بلکہ وہ لائے جو اگلوں سے بھی کم ظاہر ہوئے ہیں۔ تو وہ اکثر شہر والوں سے کوشش و اجتہاد میں بڑھ کر رہے۔ علوم فروع و اصول میں گوئے سبقت لے جانے میں ان کا اہتمام اہم ہے اور جامعیت منقول و معقول کے پھل چننے میں ان کی محنت اتم ہے۔ اس کے ساتھ عقل کا پہلو لیے ہوئے نہایت تحقیق پر مباحثہ اور نقل کا دامن تھامے کمال تدقیق پر مناظرے۔ حالانکہ وہ اپنے مخالفوں کا فروں اور نئے پرانے گمراہ فرقوں میں ایسے ہیں جیسے مہینے میں ایک دن اور ان کا کوئی حاکم سنّی نہیں جسے ان کے دشمنوں کو جھڑکنا اور بالجبر شہر سے نکال دینا ممکن اور ان کے دشمن اپنے باطل مذہب علانیہ گا رہے ہیں اور اپنی بے معنی خرافات پھیلانے میں خوب جان لڑا رہے ہیں۔ بایں ہمہ یہ اہلِ سنّت ہمیشہ جھوٹی باتیں باطل کرنے پر قدم جمائے ہیں اور اس ارشاد کے مطابق کہ اسلام غالب رہے گا اور مغلوب نہ ہو گا۔ بہر حال ان پر غلبے پائے ہیں اور غالب گمان یہ ہے کہ اگر ایسا حال کسی دوسری جگہ وقوع پاتا تو ردّ بد مذہباں پر جمارہنے والا نظر نہ آتا مگر کوئی شخص جس کے لیے اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا اور متاخرین علمائے ہند میں کوئی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ملکی قوت سے عزیز کیا۔ تو اس نے اپنے تحفۂ اثنا عشریہ سے طوائف شیعہ شنیعہ کو سرگرداں کر دیا اور کوئی وہ ہے جس پر رحمت اللہ تعالیٰ جس نے نصاریٰ کے سب فرقوں کو دم بخود کر ڈالا۔ انہی میں بعضوں نے مذہبِ وہابیہ کی گھاس کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔ بعض نے مشربِ اسمٰعیلیہ کے پیڑ کو نذرِ تیغ کیا۔ بعض نے اثبات شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ میں نظر چشم سے ابر ہٹایا۔ بعض نے چشم زدن میں مجتہد انِ شیعہ کا تمام آوردہ رد کر دکھایا۔ اسی طرح اور علما (باطل سوز حق نما) کیا اس سود مند عجالہ کو نہیں دیکھتے کہ مصنف المعی نحریر (تیز ذہن کمال ماہرِ علوم) کے سوا اگرچہ دوسرا بھی لکھ سکے۔ مگر یہ بات بہت دور ہے کہ ایسی تحریر اتنی مدت کو تاہ مذکور میں تمام ہو چکے تو سب شکر و ثنا اللہ کو خبیر و دانا اور درود و سلام اس کے رسول پر جو صاحبِ بشارت و انذار ہیں۔ ہم عفو گناہ و تقصیر کے اللہ تعالیٰ سے امید وار ہیں اس عجالے کی تاریخ تحریر تصنیف حقیر۔

شنا فتا در کو باشانِ کمال
جلال و عزت و قدرت کا والی
سلام و رحمتِ حق مصطفےٰ پر
مع اصحاب و اہلِ بیتِ عالی
نظر نے جلوۂ خورشید دیکھا
طلب کرتے تھے ہم نورِ ہلالی

وہ چمکا ہند سے گویا اٹھائے
رخِ جاناں نے استارِ جمالی
کجی و شرک و بدعت رفض فانی
اندھیری سب کی سورج نے دبالی
زبانِ ملحدانِ کج کے ٹکڑے
دکھاتی ہے یہ شمشیرِ مقالی
ذکی عالم کو کی مولیٰ نے الہام
سبیل بحث و خوبی جدالی
لکھو تاریخ تصنیف رسالہ
کہو ہوسم رَدُّار بابِ الضَّلَالِ

راقم اخوند جان بخاری مجاور حرمین شریفین۔

(ملا اخوند جان)

(۱۱)

نیا بنانے والا آسمانوں اور زمین کا اسی کے لیے حمد ہے دنیا و آخرت میں اس کی نعمتوں پر اور درود و سلام ہمارے مولیٰ محمد اور ان کی آل اور ہم صحبتوں پر جنہوں نے محبت اللہ و رسول کی اپنے کلیجوں سے لگا رکھی۔ زاں بعد کہتا ہے رحمتِ رب کا محتاج آدم بن جبیری میں نے یہ عجالہ دیکھا، جسے برادر صالح عالم علامہ احمد رضا خان سلّمہ الرحمن نے لکھا، تو میں نے اسے پایا کامل اور کمال نصیحت و صواب کو شامل اور رد طوائفِ باطلہ پر مشتمل اس کی عبارت فضلِ مصنف پر دلیل ہے کہ وہ پیشوائے عمد گانِ جلیل ہے۔ یہ رسالہ کس قدر خوب و فیض بخش آیا۔ اسے تعجب کا جوڑا تو اس نے پہنایا کہ مصنف بریلی میں مقیم اور تصنیف کو ہندوستان کی کچا ہند اور دہقانوں کے تو تلے پن سے صاف بچایا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پڑھنے والوں اور طالبِ علموں کو نفع بخشے اور ہمیں اور مصنف کو ثوابِ عظیم دے۔ مصنف نے خوب لکھا اور بے عیب لکھا اور علم سکھایا اور فائدہ بخشا اور مفسدوں کا مکر جڑ سے اکھیڑ پھینکا۔ اس کا قصد صرف مسلمانوں کی خیر خواہی اور انہیں راہِ ہدایت دکھانا ہے اور اللہ تعالیٰ کو لوگوں میں سب سے پیارا وہ جو اس کے بندوں کو زیادہ نفع پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے درود محمد ہمارے سرور اور ان کے آل واصحابِ گرامی پر، اللہ ہے سیدھی راہ دکھانے والا۔ وہ ہمیں کافی ہے اچھا کام بنانے والا راقم بندۂ محتاج آدم بن جبیری اللہ اسے اور اس کے والدین اور سب مسلمانوں کو بخشے۔ آمین!

(آدم بن جبیری)

(۱۲)

حمد اسی کے لیے کہ بقا اسی کے واسطے خاص اور تعریف و بزرگی و عزت و شان کو اسی سے اختصاص۔ اس نے انسان بنایا اور اسے بیان سکھایا اور درود و سلام ہمارے سردار محمد سرورِ عالم پر جو تمام عرب و عجم و انس و جن کی طرف پیمبر اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن نازل فرمایا اور ان کی امت کو ہر امت سے کہ عالم میں ظاہر ہوئی بہتر ٹھہرایا۔ وہ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں۔ اچھی بات کا حکم کرتے بُری بات سے بچاتے ہیں۔ نکوئی و پرہیزگاری پر باہم ایک دوسرے کی مدد میں مصروف اور گناہ اور حد سے بڑھنے پر یاری نہ کرنے سے موصوف اقامتِ صلوٰۃ و ادائے زکوٰۃ اور حق پر صبر اور دین راست کی نصر پر باہم تاکید کرتے ہیں۔ کجرووں بے توفیقوں کی ملامت سے کب ڈرتے ہیں اللہ کی راہ نہ روکے گا اور اللہ تعالیٰ کا واجب حق بجالانے پر ملامت نہ کرے گا، مگر وہ لوگ جن پر خدا کا قول پورا ہو چکا کہ ان کے لیے بدبختی زیاں کاری ہے۔ ان کے لیے رسوائی و خواری ہے اور بندگانِ خدا کی نصیحت اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دینے کے لیے سب علائق سے جدا نہ ہو گا مگر وہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا وعدہ ہو لیا کہ ان کے لیے سعادت و امان کامیابی و رضائے رحمٰن ہے۔ یہی لوگ وارثانِ انبیا ہیں، اہلِ تحقیق کے پیشوا ہیں۔ اہلِ سنّت و جماعت سے علم میں قدم جمائے ہوئے ایمان و یقین کی حقیقت پائے ہوئے اور ان کے آل واصحاب پر اور ان کے پیروانِ نکوئی مآب پر پس ازاں کہتا ہے بندۂ فقیر بندگانِ خدا کے لیے اس کے خانۂ قدیم کے پاس دعا کرنے والا کہ انہیں سیدھی راہ چلائے۔ مولا تعالیٰ عبد الرزاق قادری اللہ اسے اور اس کے والدین کو بخشے اور ان سب کے ساتھ احسان کرے جب مکہ معظمہ میں میرے پاس یہ نافع عجالہ پہنچا جسے عالم علامہ عمدۃ المحققین خلاصۂ اہلِ علم و یقین مولانا احمد رضا نے لکھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے نبی مصطفیٰ کی شفاعت نصیب کرے۔ اس وقت میں اپنے قدموں پر رُک رہا ہٹنے اور پڑھنے میں حیرت آشنا۔ پھر بعنایتِ الٰہی میں نے توفیق کو دیکھا میرے سامنے کھڑی ہے اور عنایت ربانی میری باگ آگے کھینچتی ہے تو میں نے یہ فتویٰ ان علمائے کرام کے

حضور پیش کیا جو اس دینِ راست کے لیے کوہ ماناہیں مسجد الحرام شریف میں درس فرماہیں۔ اثر سجود سے ان کے نشان ان کے چہروں میں موجود۔ انہیں یہی شرف کافی ہے کہ وہ ہمسائے گانِ کعبۂ معظمہ میں معدود۔ انہوں نے تحقیق کی نظریں فرمائیں اور فکر و تدقیق حد کو پہنچائیں اور اور اس پر حسب مراد مہریں لگائیں میں نے یہ کام اس امر الٰہی کی بجاآوری میں کیا کہ اس عزیز کمال علیم نے حکم دیا کہ علما سے پوچھو اگر نہ جانتے ہو تھکنے کی دواپہی ہے کہ ان سے سوال کرو۔ ندویوں کی مطبوعہ کتابوں میں کہ ہمارے پاس موجود ہیں اور گمراہ وہابیوں، رافضیوں، نیچریوں کی تحریروں میں جو مضامین اہلِ ندوۂ گمراہ کے ہیں فقیر نے ان پر اطلاع پائی۔ تو انہیں پایا کہ ان کے حق میں یہ آیت صادق آئی کہ: ”ایک گروہ پر گمراہی ثابت ہوگئی انہوں نے اللہ (عزوجل) کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست وحمایتی بنالیا اور گمان یہ رکھتے ہیں کہ ہم ہدایت کی راہ چلتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ جلد ان کی شوکت زائل فرمائے کہ زمانے کی گردن پر بار ہورہی ہے وہ عظمت والا مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ انہیں رسوا کرے جو اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں فرماتا۔ یہ تو ضرور اللہ تعالیٰ سے منکر و کافر ہو چکے۔ ان کی ساری کوششیں دنیا میں کھپ گئیں اور ہیں اس گھمنڈ میں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔ اس عجالے اور اس کے کامل جوابوں کا کیا کہنا کہ درستی دین کے لیے جمع کیے گئے اور اس کی روش متین کے نشانوں کی طرف ہادی ہوئے۔ فضل و کمال میں اس کے فائق ہونے پر آنکھیں اور دل گواہی دے رہے ہیں اور سب ناظم و ناثراس کی فصاحت کے حضور گردن جھکائے ہوئے ہیں۔ آیات واحادیث کا جامع ہے۔ قدم بہ قدم ان کی روشِ پسندیدہ کا تابع ہے۔ لاجرم یہ رسالہ اپنے باب میں ایسا ہوا جس کی مثال شاذ نادر نظر چڑھے ایک آیتِ فضل ہے جس سے آگے کوئی بڑے فضل والا نہ بڑھے وہ اس لائق ہے کہ ہر طالبِ حق کو اس کا تحفہ دیا جائے جب کہ صاحب دل ہو یا حضورِ قلب سے کان لگائے۔ میں وہ زبان نہیں پاتا جو مدحِ مؤلف میں رواں ہو اور ذکر مصنف کی ثناخواں ہو اور مجھ جیسا اس عالم کامل کی کہاں مدح کرسکے اور ثریا تک ہاتھ کیونکر پہنچے۔ بیشک اس رسالے کو مصنف نے خوب وجید ونافع کیا اور اہلِ کجی وفساد کا مکر جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔

خدائے پاک اسے بہتر جزا دے
عدو حاسد کے مکروں سے بچائے
مرادیں آرزوئیں پوری فرمائے
رضا ومحبد کا خلعت پہنائے

اور بیشک نصیحت سننے کے بعد کسی ایسے کو سزاوار نہیں جو اللہ و رسول و قیامت پر ایمان رکھتا اور رحمت الٰہی سے اسلام وایمان پر خاتمے کی امید کرتا ہو کہ ندویوں کی مجلس میں شرکت کرے۔ ان کے پاس بیٹھے ان سے دوستی ومحبت کرے: ”تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔“ بے شک اللہ عزوجل فرماتا ہے: ”ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے۔“ اور اگر طول مقال ملال نہ لاتا۔ تو میں درازیِ تقریر ووسعت میدانِ تحریر کا رنگ دکھاتا، مگر اسی قدر پر، قناعت بہتر، اور خود اس میں کفایت ہے اور اللہ ہی کی طرف سے ہدایت ہے۔ میں دعا سننے والے خدا سے سوال کرتا ہوں کہ ہماری اور مصنف کی کوششیں قبول کرے اور ہمارے اور اس کے عمل مقبول کرے اور ہم سب کو اپنے وسیع رحمت کے دامن میں چھپائے اور ہمارے نبی ﷺ کو ہم سب کا دستگیر و شفیع بنائے اور ہم سب کو اخلاص کے خلعت پہنائے اور نبی ﷺ کا خالص امتی ٹھہرائے اور ان کے گروہ میں اٹھائے اور ان کی محبت پر ہماری روحیں قبض فرمائے اور ہمیں ان کی ملت اور ان کی شریعت سے جدا نہ لے جائے اور دونوں جہان میں مقاصد ومرادات کو پہنچائے اور ہمارے سب حال وانجام خوبی وخوش اسلوبی سے سنوارے اور عینِ رحمت فاتح نبوت خاتمِ رسالت ہمارے مولیٰ احمد مرتضیٰ، ہر عالم کے تعلیم فرما اور ان کے آل واصحاب پر درود وسلام اتارے، اپنے قلم سے لکھا اور اپنی زبان سے کہا بندۂ مفتاق امید وارر حمت پرور دگار خلاق عبدالرزاق قادری حنفی ابن عبدالصمد قادری خادم مشعر حرام نے اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے ماں باپ اور اساتذہ اور سب مسلمانوں کو بخشے۔ آمین!

(عبدالرزاق بن عبدالصمد قادری)

(۱۳)

سب خوبیوں کا صاحب عزت والا اللہ کمال واہب جس نے اپنے کچھ عالم بندوں کو قرآن و حدیث سے جاہلوں کا رد کرنے پر مقرر فرمایا اور

ان کے اقوال پر حق و صواب کا مینہ برسایا اور درود و سلام اس رہنما پر جو صریح حق اور وقار والی شریعت لائے جس میں بڑے بڑے عقل والے حیران نظر آئے اور ان کے آل واصحاب پر جنھوں نے سب سے بہتر آداب پر عمل فرمائے زاں بعد میں اس عجالے پر مطلع ہوا جسے عالم علامہ جلیل شہیر فاضل مقتدائے افاضل مولانا احمد رضا خان حفظ اللہ عن شرور الزمان نے تحریر فرمایا تو میں نے اسے اور اس کے جوابوں کو ان باطل واہی گروہوں کے رَد میں کافی پایا اور میں نے جانا کہ اس کی عبارت معاندین بے دین کے دلوں میں مخلوں کے برابر چنگاریوں سے شرارہ فشاں ہے اور یقین کیا کہ اس کی ورق گردانی میں جو کاغذ کی آواز نکلتی ہے وہ نصرتِ الٰہی کے ساتھ بال جنباں ہے۔ اللہ عزوجل زمانہ و اہلِ زمانہ کو اس عجالے سے بہرہ مند فرمائے اور مصنف کو اسلام و مسلمین کی طرف سے جزادے کر دلی آرزوؤں کو پہنچائے اور اسے محکم علم اور ہر بات میں قولِ فیصل کہنا کرامت کرے اور ان جوابوں کی خوبی سے اہلِ علم وارباب دانش کو فائدے عنایت کرے اور اللہ ہی کے لیے سب خوبیاں ہیں اول و آخر و باطن و ظاہر یہ حروف فقیر۔ امید وارِ رحمتِ پرور دگار قدیر عبدالوہاب بن عبدالصمد حنفی قادری نے مکہ معظمہ میں رقم کیے۔ اللہ تعالیٰ اسے بزرگی و عظمت زیادہ دے۔

(عبدالوہاب)

(۱۴)

اللہ لطیف ہی کے لیے ہر شکر و ثنا ہے ان رزقوں انعاموں پر جو اس نے دیے اور میں نے اپنے کام اسی کو سونپے ان سب امور میں جو اس نے مقرر فرمائے اور محکم کیے اور درود و سلام ہمارے سردار محمد پر جن کی نبوت سب سے مقدم جن پر یہ آیت اتاری "وعلمک مالم تکن تعلم" کہ سکھایا تمہیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور ان کے آل واصحاب پر جو عہد و پیمان وفا کرنے والے تھے۔ پس ازاں میں نے یہ عجالہ اور اس کے صحیح فتووں کو دیکھا بھالا تو انہیں پایا کہ اپنے باب میں گوہر یکتا ہیں۔ سبقت لے جانے والے علم میں اور تعجب میں ڈالنے والے ذہن سے پیدا ہیں۔ قرآن و حدیث ان کے مساعد ہیں۔ اصحابِ علم وارباب دانش ان کی صحت پر شاہد ہیں۔ تو مجھے یقین ہوا کہ مصنف نے جواب دیا باصواب دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے سب مسلمانوں کی طرف سے خوب تر جزا پہنچائے اور ہمیں اور اسے سید الانبیا ﷺ کی شفاعت روزی فرمائے۔ خدا کی قسم ان کے مطالعے نے میری آنکھ کو ٹھنڈک دی اور سینہ کشادہ اور خاطر شگفتہ کی اور بے شک علمائے کرام مدرسینِ مسجد الحرام نے اس عجالے کی عزت فرمائی کہ اپنے ہاتھوں سے اسے مہروں کی ہیکل پہنائی۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس تحریر سے تمام بلاد میں تمام عباد کو نفع پہنچائے اور اللہ ہی سچی راہ دکھائے اور وہی ہمیں کافی وہی بہتر کام بنائے ہمارے سردار محمد اور ان کے آل واصحاب سب پر درود نازل فرمائے۔ ان سطور کا راقم حرم مکہ معظمہ میں طلبہ علم کا خادم فقیر حقیر حافظ عبداللطیف قادری عفاعنہ الباری۔ آمین!

(عبداللطیف)

(۱۵)

سب خوبیوں سراپا اللہ سارے جہان کا پالنے والا اور درود و سلام ہمارے سردار محمد پر جنہیں یہ حکم اترا نصیحت فرمانے کی تجھے تاکید ہے کہ نصیحت ایمان والوں کو مفید ہے اور ان کی اور ان کی ستھری آل اور پاکیزہ جُلَسا پر اور ان کی امت کے سب علما پر۔ بعد ازیں یہ عجالہ میں نے مطالعہ کیا جسے عالم علامہ علوم کو حسن دینے والے فہامہ مولانا احمد رضا نے رنگِ تالیف دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی درازی عمر سے بہرہ یاب فرمائے اور اس کی برکتوں کا فیض ہمیں پہنچائے تو میں نے اسے اور اس کے فتووں کو پایا کہ کامل ہیں۔ طوائفِ باطلہ کے رد کو شامل ہیں گویا وہ گوہر ہیں کہ شیریں لفظوں سے بنے وہی عطیے ہیں کہ زورِ بازو سے نہیں ملتے تو پاکی ہے اسے کہ جسے جو چاہے بے حساب بخشے اللہ کے لیے ہے اس کلام کی خوبی کہ تمام و کمال ہے وہ جولانی ہے جس میں کہیں کوتاہ سخنی کی کیا مجال ہے۔ مصنف نے کلام کو وسعت و پاکیزگی دی اور جوابوں میں جودت و خوبی رکھی۔ اللہ تعالیٰ اسے اسلام و مسلمین کی طرف سے جزا دے کہ اس نے تمام علمائے باعمل کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کردیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے تمام شفیعوں کے سردار ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے روزِ جزا اور ہم تیری طرف بیزار ہوتے ہیں الٰہی ان باتوں سے جو ملت و دینِ اسلام سے نکل جانے والے گروہ ملحدین نیچری ندوی رافضی وہابی نے کیں اور ہمیں دونوں جہان میں ثابت رکھ۔ الٰہی ثابت قول پر نہ خود فتنے میں آلودہ نہ اور

وں کے لیے فتنہ گر اور درودِ الٰہی تمام عالم کے بہتر محمد ہمارے سرور اور ان کے آل و اصحاب سب پر الٰہی ایسا ہی کر۔ مسجد حرام میں طلبہ علم کا خادم سعید بن محمد عفا اللہ عنہ۔ آمین!

(سعید بن محمد ۱۳۰۸)

(۱۶)

سب خوبیاں خدا کو جس نے حق کو غلبہ دیا اور کمینہ باتوں کو باطل کیا اور اپنے نبی کی زبان پر فرما دیا تو کہہ "حق آیا اور باطل کا دم گیا۔" اور درود و سلام ہمارے آقا محمد پر جو حقیقت کی جان ہیں اور بیوہ عورتوں کے نگہبان اور ان کے آل واصحاب پر جن کے دلائل ایضاح حق میں سب دلیلوں سے روشن تر وزاں بعد میں نے یہ رسالہ اہلِ حق و کمال کو نافع عجالہ۔ اہلِ کجی و باطل کی گردنیں قطع کرنے والا دیکھا۔ مصنف کی خوبیاں ہیں اللہ کے لیے کہ اس نے جید افادے دیے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ سنّت میں اس کے امثال بڑھائے اور اس کا انجام سعید فرمائے اور کیوں نہ ہو کہ وہ کون ہے ستھرا پرہیز گار عالم عامل فاضل کامل ادیبِ عاقل حسب ونسب دونوں میں ذی عزت، جسے منطوق و مفہوم جمیع علوم کی جامعیت زندہ کن شریعتِ روشن و قوت دہ طریقت احسن سعید فرشتہ آسمان یکتا چراغِ زماں مولانا مولوی حاجی محمد احمد رضا خان ابن فاضِل مستغرق بہ دولا بہائے مغفرت و رضوان مولانا مولوی حاجی محمد نقی علی خان اللہ عزوجل دونوں کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے اور ہمیں اور ان کو سردار اولادِ عدنان کے زیرِ نشان اٹھائے۔ ہاں ہاں وہ علوم کو حسن دینے والا کثیر الفہم وہ تیغ برّاں لایا جس کی دھار کبھی نہ گرے۔ اس کی ہر دلیل پر دلیل ہے جو کسی کی گفتگو سے جنبش نہ کرے ہر سطر کہ ان ورقوں میں آشکار ہے گویا کنارۂ تاج جواہر نگار ہے۔ ہاں یہ جواب حق و باطل میں روشن فیصلہ کرنے والا ہے۔ نرم و درشت کو چھان کر جدا کر دینے کا آلہ ہے تو کیوں کر مان لی جائے کسی بے وقوف قائل کی یہ لاف کہ سنّیوں اور برے گمراہ رافضیوں اور شیعہ کا اختلاف ایسا ہے جیسا باہم چاروں مذہب کا اختلاف، مجھے اپنی حیات کی قسم بہت فرق عظیم ہے۔ اسے نہ مانے گا جس کی عقل سلیم ہے۔ بھلا کہاں چند قطرۂ آب اور کہاں دریائے زخار کی روانی، کہاں شیریں انگور کا آب ناب کہاں کچے پھلوں کا کھٹا پانی۔ کہاں شور زنبور کہاں نغمہائے زبور۔ توبہ توبہ کہ ایسا ہو۔

ہیں ہیں اور حال یہ کہ وہ اس راہ پر جما ہو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سرورِ نکوکار تر صاحب قبر معطر درود و سلام خدا ان پر اور ان کی آل و اصحاب پر یوں فرماتے ہیں دربارۂ دشمنان حضرت ابی بکر و عمر: "کہ بے شک عرش کے گرد اللہ عزوجل کے لیے چھ لاکھ جہان ملائکہ کے آباد ہیں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھما کے دشمنوں پر لعنت کرتے ہیں۔" یہ اچنبے کی الفت ہے نرالی محبت انوکھا اتفاق۔ خدا کی قسم یہ تو نہیں مگر اللہ و رسول کے ساتھ ضد اور نفاق نبی ﷺ نے ائمۂ مجتہدین کے مسائل اجتہاد یہ کی یہ تمیز فرمادی کہ: "ان کا اختلاف امت کے لیے رحمت ہے" یہ خاص بہ مسائلِ فرعیۂ اہلِ سنّت وجماعت ہے امام ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں جامع خطیب بغدادی وغیرہ میں روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "جب فتنے (یا فرمایا) بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو بُرا کہا جائے تو واجب ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس کا نہ نفل قبول کرے نہ فرض۔ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "جب کوئی بد مذہب لوگ ظاہر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں اپنی حجت اپنی مخلوق سے جس کی زبان پر چاہے ظاہر فرما دیتا ہے" یہ کتاب ہدیۃ المرتاب فی فضائل الاصحاب سے ہے۔ نیز ایک حدیث میں ہے جسے قرطبی نے ذکر کیا کہ جب فتنے ظاہر ہوں تو جو علم رکھتا ہو اور وہ اسے چھپائے (یعنی اظہارِ حق سے خاموشی اختیار کرے) وہ اس کی مثل ہے جو محمد ﷺ پر نازل کی ہوئی کتاب و شریعت کا انکار کرے تو اے ذلیل و قلیل گمراہو: اپنی حرکتوں سے باز آؤ کہ تم خود بہکے اور خدا کے بندوں کو راہِ راست سے بہکا دیا اب جانا چاہتے ہو کہ کون سیدھی راہ پر ہے اور کس نے ہدایت کا حصہ لیا۔ ندوے کے وہی وتیرے ہیں جو اچھے لوگ کہہ گئے ہیں کہ بعض اشخاص روپے کے لیے آگ میں جلنا اور جنیو باندھنا پسند کرتے ہیں۔ رَے کی محبت میں غے یعنی گمراہی پر مرتے ہیں واقعی حرام کا عدد وافر ہے اور حلال کی مدد نادر اس کی مدد فیض پاک ہے اور اس کا عدد نتیجہ خاک جو حلال ہو اور تھوڑا ہو اس سے بہتر ہے جو حرام ہو اور بہتیرا ہو۔ یہ کیسی غفلت کا پردہ ہے اہلِ ندوہ پر افسوس آتا ہے اس ایک گھونٹ چلّو پر مگن ہیں کیا قصۂ سامری

(بقیہ صفحہ نمبر 51 پر ملاحظہ فرمائے)

تذکرۂ مشائخ چشت بزبانِ مجددِ اعظم رضی اللہ عنہ

محمد عارف رضا نیر الاشفاقی (ہریانہ، بھارت)

امام احمد رضا اکابرینِ اسلام کے بڑے مداح تھے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں علما و مشائخ کا بہت خوبصورت انداز و القاب کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ پیشِ نظر مضمون امام احمد رضا کی مشائخ چشتیہ سے عقیدت والفت کا اجمالی تذکرہ ہے۔ عبید

اعلیٰ حضرت مجددِ دین و ملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ اپنے عظیم کارناموں کی وجہ سے دنیا کے ہر حصے میں مشہور و معروف ہیں۔ آپ نے پوری زندگی انہیں عقائد کی نشرواشاعت میں صرف کی، جو اولیاے کاملین اور علماے صالحین کے ذریعے آپ تک پہنچے۔ سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ وسیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مشن میں کوئی فرق نہیں۔ خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ جس مشن پاک کو ہند میں لائے، اسی کو سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے عام و تام فرمانے کے لیے جدوجہد کی۔ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے توحید والوہیت و ناموس رسالت کے تحفظ کے ساتھ ساتھ عظمتِ اولیا کی بھی حفاظت فرمائی۔ آج جو اسلامی رسمیں ہندوپاک میں جاری ہیں یہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی مرہونِ منت ہیں۔

سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے مشائخ چشت کا تذکرہ بڑے والہانہ انداز میں فرمایا ہے۔ واہ! کیا ہی عقیدت و محبت رکھتے تھے خواجۂ ہندو سلسلہ چشتیہ سے۔ مندرجہ ذیل تذکرۂ مشائخ بزبانِ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم رضی اللہ عنہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے مشائخ کا تذکرہ کتنے اچھے انداز میں فرمایا، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) خواجہ ممشاد دینوری رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا ممشاد دینوی رضی اللہ عنہ مرجع سلسلۂ چشتیہ بہشتیہ فرماتے ہیں کہ مرید کا ادب یہ ہے کہ آدابِ شرع کی اپنے نفس پر محافظت کرے۔" (مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء، ص:۲۰)

(۲) حضرت خواجہ مودود چشتی رضی اللہ عنہ کا ذکرِ جمیل سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں: "حضرت ممدوح سلالۂ خاندان اولیاءِ کرام ہیں ان کے آبائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اجلّہ اکابر محبوبان خدا، سرداران شریعت و طریقت واصحاب وعلم و کرامت تھے۔ ان کے بعد حضرت خواجہ مودود چشتی نے مسندِ آبائی پر جلوس فرمایا۔" (مقال عرفاء باعزاز شرع وعلما، ص:۳۴)

(۳) حضرت شیخ ابواحمد چشتی رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حضرت شیخ الاسلام عبداللہ ہروی انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ حضرت شیخ احمد چشتی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے سبھی خواجگان چشت مخلوق سے بے نیاز، پاک باطن اور معرفتِ الٰہی رکھنے والے تھے، ان کے احوال میں خلوص تھا۔ ریا کا شائبہ بھی نہ تھا یہ حضرات شریعت کے معاملہ میں سستی گوارہ نہ فرماتے تھے۔" (مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء، ص:۳۸)

خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے مشائخ کے تذکرے کے بعد ملاحظہ فرمائیں کہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ خود خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور آپ کا تذکرہ کتنے والہانہ انداز میں فرماتے ہیں۔

(۱) ۱۳۲۵ھ میں سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ جب اپنے سفر زیارتِ حرمین شریفین سے ہندوستان واپس تشریف لائے تو ممبئی کی بندر گاہ سے آپ سیدھے اجمیر شریف خواجۂ ہند کی بارگاہ میں حاضری دینے گئے، وابستگان واہلِ عقیدت کا ایک ہجوم سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو لے کر سب سے پہلے اپنے شہر یا اپنے قصبہ یا اپنے گھر کو ان کے وجود سے مشرف کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا اصرار کرتا رہ گیا، مگر آپ نے سارے عقیدت مندوں کی عقیدت پر حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی عقیدت و شیفتگی کو ترجیح دی۔ چنانچہ وہاں کے خدمت گزار سید حسین علی اجمیری نے لکھا ہے کہ "یہ حاضری ایسی عقیدت و محبت کی حامل تھی کہ ہم خدامِ آستانہ اور تمام مسلمانانِ اجمیر

کے دلوں میں نقش ہوگئی۔" (حوالہ غریب نواز، ص۵۶) آپ کے بعد آپ کے شہزادے تاج دارِ اہلِ سنّت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ ہر سال حضور سیدنا غریب نواز رضی اللہ عنہ کے قل کے موقع پر بلا ناغہ حاضر ہوتے تھے۔ آپ ملک کے کسی حصّے میں ہوں، مگر ۶/رجب المرجب کو آپ کی حاضری اجمیر شریف میں ضرور بالضرور ہوتی تھی۔ آپ کے دل میں حضور سیدنا غریب نواز رضی اللہ عنہ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جس کا اندازہ آپ کے نعتیہ دیوان کو دیکھ کر بخوبی ہوتا ہے۔ آپ اور آپ کے والدِ ماجد سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ درِ خواجہ پر کیوں نہ حاضر ہوتے جبکہ اس آستانے کو قبولیت کا مقام مانتے تھے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے والدِ ماجد کی کتاب "احسن الوعاء فی آداب الدعاء" کی شرح واضافہ فرمایا، اس کتاب کی ایک فصل "دراَمکنۂ اجابت" میں جہاں مدینۂ منورہ و مکۂ معظّمہ، نجفِ اشرف و کربلائے معلّٰی، بغداد شریف اور دوسرے مقاماتِ مقدسہ کا ذکر ہے، وہاں سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے اضافے میں قال الرضا کے تحت فرمایا: "آستانۂ اقدسِ حضرت غریب نواز معین الحق والدین قدس سرہ۔ (احسن الوعاء فی آداب الدعاء، ص ۴۰)یعنی آستانۂ خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ قبولیت کا مقام ہے۔

(۲) سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بھائی استاذِ زمن نے حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی شان میں بے مثال منقبت لکھی۔ اس کی مقبولیت کا حال یہ ہے کہ ہر خاص و عام کی زبان پر جاری ہے اور آج بھی مزاراقدس پر آویزاں ہے۔

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

(ذوقِ نعت)

(۳) سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے آپ کی کرامت کو اس انداز میں بیان فرمایا: "حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ مولینٰا برکات احمد مرحوم جو میرے پیر بھائی ہیں اور میرے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے۔ ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہِ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا "خواجہ اگن لگی ہے۔" تیسرے روز میں نے دیکھا کہ بالکل اچھا ہوگیا۔" (الملفوظ حصّۂ سوم، ص۴۷)

(۴) سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اس کرامت کے بعد ایک اور کرامت بیان فرماتے ہیں کہ "بھاگلپور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی۔ اس نے کہا: "میاں! ہر سال کہاں جایا کرتے ہو۔ بیکار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو۔" انہوں نے کہا: "چلو اور انصاف کی آنکھوں سے دیکھو پھر تم کو اختیار ہے۔" خیر ایک سال وہ ساتھ میں آیا۔ دیکھا کہ ایک فقیر سونٹا لیے روضہ شریف کا طواف کررہا ہے اور یہ صدا لگارہا ہے: "خواجہ پانچ روپے لوں گا اور ایک گھنٹے کے اندر لوں گا۔ اور ایک شخص سے لوں گا۔" جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گزر گیا۔ ایک گھنٹہ ہوگیا ہوگا اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا۔ جیب سے پانچ روپیہ نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھے اور کہا: "لو میاں! تم خواجہ سے مانگ رہے تھے۔ بھلا خواجہ کیا دیں گے، لو ہم دیتے ہیں۔" فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کر زور سے کہا: "خواجہ توری بلہارے جاؤں، دلوائے بھی تو کیسے خبیث سے۔" (الملفوظ، حصّۂ سوم، ص۴۷)

(۵) سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کا ذکر اس انداز میں کیا: "متعصّبان طائفہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ کی نسبت غریب نواز کہنے سے چڑھتے ہیں۔"(حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات، ص۱۵۸)یعنی آپ یقیناً غریب نواز ہیں مگر بدمذہب ان کی غریب نوازی کے منکر ہیں۔

(۶) ایک سوال سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دستگیری اور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے متعلق تھا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا: "حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ ضرور دستگیر ہیں اور سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ شریف، جلد یازدہم، ص۴۴)

(۷) سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے کسی صاحب نے ایک مرتبہ شہر اجمیر کے ساتھ لفظ (شریف) نہ لگانے کے بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا "اجمیر شریف کے نامِ پاک کے ساتھ لفظ (شریف) نہ لگانا اور ان تمام مواقع میں اس کا التزام نہ کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی جلوہ افروزی حیاتِ ظاہری و مزارِ پر انوار کو (جن کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہِ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ اور عدو اللہ ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے من عادلی ولیاً فقد اٰذنتہ بالحرب۔ (جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی تو اس سے میرا اعلان جنگ ہے۔)'' اور اگر یہ ناپاک التزام بربنائے کسل و کوتہ قلمی ہے تو سخت بے برکتی اور فضلِ عظیم و خیرِ جسیم سے محرومی ہے۔''(فتاوٰی رضویہ شریف، جلد ششم، ص۱۸۷، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی)

(۸) مزید آپ کے در کا غلام تصور کرنے اور آپ کی ذات کو ان کی غلامی سے باہر رکھنے والوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ''اور اگر اس بنا پر ہے کہ حضور خواجہ خواجگان رضی اللہ عنہ کا غلام بننے سے انکار و استکبار رکھتا ہے، تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیثِ مذکورہ عدواللہ ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ قال تعالٰی الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین۔''

مندرجہ بالا سطور پڑھنے کے بعد روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دل میں حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی محبت رچی اور بسی ہوئی ہے۔ صرف خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ سے ہی نہیں، بلکہ جو آپ سے وابستہ ہوگیا، جو آپ کی غلامی میں داخل ہوگیا، سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ان کے بھی سچے شیدائی نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

(۹) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ مریدِ خاص و خلیفۂ اول خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں: ''حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر قوالی ہورہی تھی، آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کرلیے ہیں اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیرانِ سلسلہ میں سے ہیں، باہر مجلسِ سماع کے تشریف فرما تھے ایک صاحب صالحین میں سے آپ کے پاس آئے اور گزارش کی کہ مجلس میں تشریف لے چلیں۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم جاننے والے ہو۔ مواجۂ اقدس میں حاضر ہوا اگر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں۔ انہوں نے مزارِ اقدس پر مراقبہ کیا دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ''این بدبختانِ وقت مارا پریشان کردہ اند'' یعنی بدبختوں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ وہ واپس آئے قبل اس کے کہ کچھ عرض کریں فرمایا آپ نے دیکھا؟ (الملفوظ، حصۂ اوّل، ص۹۳)

(۱۰) حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مرید و خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کے لقب کی وجہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ''حضرت شیخ فرید الحق والدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ گیارہ فاقے ہوچکے تھے، نفس بھوکا تھا، الجوع الجوع پکار رہا تھا اس کے بہلانے کے لیے کچھ سنگریزے اٹھا کر منہ میں ڈالے۔ ڈالتے ہی شکر ہوگئے، جو کنکر منہ میں ڈالتے، شکر ہوجاتا اسی وجہ سے آپ گنج شکر مشہور ہوئے۔'' (الملفوظ، حصۂ چہارم، ص۴۴)

(۱۱) سیّدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ مرید و خلیفۂ خواجہ فرید الدین گنج شکر کا ذکرِ خیر پیارے انداز میں فرماتے ہیں: ''سردارِ سلسلۂ چشتیہ بہشتیہ حضرت سلطان الاولیاء شیخ المشائخ محبوبِ الٰہی نظام الحق والدین محمد رضی اللہ عنہ کے ارشاداتِ عالیہ سنیے، فرماتے ہیں: ''سماع مباح ہونے کے لیے چند چیزوں کا ہونا ضروری ہے: اولاً قوال مردِ کامل ہو امرد یا عورت نہ ہو۔ ثانیاً سننے والے یادِ حق سے خالی نہ ہوں۔ ثالثاً اشعار فحش اور مضحکہ خیز نہ ہوں۔ رابعاً محفل سماع میں مزامیر نہ ہو'' (مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء، ص۳۸) دوسری جگہ آپ کی سخاوت کا تذکرہ فرماتے ہیں ''حضرت محبوبِ الٰہی کا لقب ''زربخش'' تھا۔ حضرت کی بخشش کی حالت یہ تھی کہ بادشاہ کے یہاں سے خوان بڑے بڑے و قیمتی جواہرات لاکر رکھے گئے۔ ایک صاحب حاضر تھے، انہوں نے عرض کی ''الھدایا مشترکۃ'' ارشاد فرمایا ''اما تنہا خوشتر'' یہ فرما کر سب ان کو دے دیے۔ (الملفوظ، حصۂ، چہارم، ص۴۴)

(۱۲) سیدنا اعلیٰ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر اس انداز میں کرتے ہیں: ''سلسلۂ چشتیہ کے عظیم بزرگ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رضی اللہ عنہ سردارِ سلسلۂ عالیہ چشتیہ اشرفیہ فرماتے ہیں کہ خارقِ عادت اگر ولی موصوف باوصاف ولایت ظاہر بود کرامت گویند و اگر مخالف شریعت صادر شود استدراج حفظ اللہ و ایاکم یعنی اگر ولی سے خارقِ عادت شریعت کے مطابق ظاہر ہو تو کرامت

کہتے ہیں اور شریعت کے خلاف صادر ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سبھوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ (مقال عرفاء باعز از شرع وعلماء، ص ۳۳)

مندرجہ بالا سطور بہ طورِ نمونہ پیش کی گئی ہیں ورنہ بزبانِ سیدنا اعلیٰ حضرت مجددِ اعظم رضی اللہ عنہ دیگر مشائخ چشت کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ مگر یہاں اختصار دامن گیر ہے۔ لیکن ذی فہم انہیں مندرجہ بالا اقتباسات سے بخوبی اندازہ کرلے گا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سلسلۂ چشتیہ کو عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں، تب ہی تو سلسلے کو بہشتیہ فرمایا اور خواجگانِ چشت کے لیے کیسے کیسے عظیم القابات استعمال فرمائے اور محبت بھرے انداز میں ذکرِ خیر فرمایا ہے اور مذکورہ تذکروں سے مشائخ چشت سے سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی محبت کس قدر نمایاں ہے اور سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عقیدت کیشی کا انداز ہی نرالا، انوکھا اور اچھوتا ہے کہ کہیں ''معین الحق والدین'' فرماتے ہیں تو کہیں ''سلطانُ الہند'' کے پیارے لقب سے یاد فرماتے ہیں، کہیں خواجہ صاحب کی غریب نوازی کو تسلیم کرتے ہیں تو کہیں آستانۂ اقدس کو قبولیت کی جگہ قرار دیتے ہیں۔ کہیں بوجہِ عداوت اجمیر کے آگے شریف نہ لگانے والے کو اور آپ کی غلامی سے اپنے آپ کو باہر ماننے والے کو قرآن و حدیث کی روشنی میں عدو اللہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ کے مریدوں کا بھی کتنے بھاری بھرکم القاب سے ذکرِ جمیل فرمایا۔ یہ سب کچھ خواجگانِ چشت سے محبت وعقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

یہ کہنے میں مجھے عار نہیں کہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے وفادار غلام کا نام ہے۔ حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ نے جس ایمانی، روحانی اور نورانی قلعے کی ہند میں تعمیر کی اس کی پاسبانی کے فرائض سیدنا اعلیٰ حضرت مجددِ اعظم امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رضی اللہ عنہ نے انجام دیے۔ اللہ رب العزت سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی طرح ہمیں بھی حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی غلامی نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

(بقیہ صفحہ نمبر 47 سے ملحق)

کے باب میں کہانی ہونے کے ظن ہیں۔ ہشت وہ گل حنا ہے اور پھل پوچھو تو معدوم وفنا ہے سامری وہ نہیں جو ہاتھ کے کنگن پاؤں کی چوڑی مانگے تانگے کی لے کر اس سے بچھڑا بنائے پورا سامری وہ ہے جو لوگوں میں نام و وجاہت حاصل کرنے کو کہانیاں گائے اور مثنے اثر رسول یعنی کچھ حدیثیں لے کر احمقوں کو فریب سے رجھائے وہ جس نے لوگوں کو سنگار گہنا پاتا مال متاع لے کر۔ اپنی گردن پر بوجھ لیے اور مانگ جانچ کر آرائش کے سامان اکٹھے کیے اور نمدے کی سی تہیں جما کر ملایا اور اسے پرستش کابت بنایا اس کا عیب نہیں دیکھتی، مگر رفعت والی جان اور اس کی مہمل آواز نہیں سنتے مگر علم والے کان جو سیدھی راہ سے نہ پھرے یہود ساں اس کی پرستش پر نہ گرے۔ خیر یہ تو ہوا اور مجھے اپنے نفس کی براءت کا کب دعویٰ ہے۔ اللہ ہی سے اپنے غم و پریشانی کا شکویٰ ہے۔ میرے اعضاء نے گناہ کرکے جو کچھ بگاڑا وہی اس کا بنانے والا ہے۔ دنیا و آخرت میں اسی پر میرا بھروسہ ہے اور میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں اپنے اور اپنے والدین اور سب مسلمانوں کے لیے واہ واہ استغفار والے کیا ہی مراد کو پہنچے اور نہ گناہوں سے پھرنے کی طاقت نہ عبادت کی قوت مگر اللہ علو و عظمت والے کی توفیق سے۔ اپنے ہاتھوں سے لکھا پروردگار آفریدگار کی بخشش کے امیدوار احمد مکی حنفی چشتی صابری امدادی مدرس مدرسہ احمدیہ واقع مکہ معظمہ نے اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے والدین کو بخشے اور ان سب کے ساتھ احسان کرے اور وہ جہاں ہو اس کا والی رہے اور اسے اپنی مغفرت و خوشنودی دے۔ حمد و ثنائے پروردگار کرتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام نثار کرتا۔

(احمد مکی حنفی چشتی صابری امدادی)

حوالہ جات

۱۔ الاضافۃ نے موضعہم بمعنے الام واللام للتخصیص ۱۲ مترجم۔
۲۔ جس میں بن عبد الوہاب نجدی نے مذہب وہابیہ ایجاد کیا ۱۲ مترجم۔
۳۔ اگر ھو کی جگہ ھی پڑھو تو اس تحریر حقیر کی تاریخ ہو ۱۲۔
۴۔ بایں نہ کہ انہیں گناہوں میں شریک نہ ہونا مقصود ہے جن سے یہ مانع آئے تھے۔ ۱۲ مترجم۔

مجرباتِ امام احمد رضا

اقبال احمد نوری

امام احمد رضا ایک عبقری عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم روحانی پیشوا بھی تھے۔ تاہم تصوف و روحانیت کے حوالے سے ان کی تعلیمات و خدمات پر اب تک بہت محدود تحقیق ہوئی ہے اور محض چند ہی مضامین اس حوالے سے سامنے آئے ہیں۔ اس موضوع پر کثیر تحقیقی مواد موجود ہے اور ضرورت ہے کہ اسکالرز امام احمد رضا کی حیات کے اس پہلو پر تحقیقات پیش کریں۔ "مجربات امام احمد رضا" کے زیر عنوان امام احمد رضا کے تعلیم کردہ اوراد، دعائیں اور وظائف یہاں پیش کئے جارہے ہیں۔ عبید

کرکٹ میچ جیتنے کا حیرت انگیز واقعہ

عرصہ ۲۰ سال کا ہوا، حاجی احمد حسین صاحب رضوی نے نجیب آباد میں اتفاقیہ ملاقات کے دوران ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ جب میں بریلی ہائی اسکول میں پڑھ رہا تھا اور وہیں بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا اور ہفتہ میں دو تین بار اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میرٹھ کی ایک ٹیم ہر جگہ سے جیت کر فائینل میچ کھیلنے بریلی آئی۔ ہیڈ ماسٹر انگریز بھی ساتھ تھا۔ پہلے روز بریلی کی ٹیم کھیلی اور بیس ۲۰ رن بناکر پوری ٹیم آؤٹ ہوگئی۔ جس کے سبب بڑی سراسیمگی پیدا ہوگئی اور جیتنے کا کوئی امکان نہ رہا۔ اسی روز بعد مغرب میں اور غلام جیلانی (کہ ہم دونوں ہم سبق اور پیر بھائی تھے) اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت بیان کی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ارشاد: "فرمایا کہ میرٹھ اور بریلی ہر دو جگہ کے کھیلنے والے یہی اُمید لیے ہوئے ہیں کہ ہماری جیت ہو پھر بریلی کے طلباء کی اگر امداد کی جائے جب کہ ہر دو فریق میں مسلم اور غیر مسلم طلباء موجود ہوں گے۔"

عرض کیا! "ہاں حضور، بات تو یہی ہے مگر ماسٹر قرب محمد صاحب جو سیّد ہیں، حضور انہیں خوب جانتے ہوں گے؟" فرمایا "ہاں۔" عرض کیا، "وہ لڑکوں کو گیند بلا بھی کھلاتے ہیں اور ڈرل ماسٹر ہیں، ان کی تنخواہ میں پندرہ ۱۵ روپیہ ترقی اس شرط پر قرار پائی ہے کہ بریلی والے جیت جائیں۔" فرمایا "یہ بات قابلِ غور ہے۔"

ارشاد فرمایا "اگر میرٹھ والوں کے سولہ ۱۶ نمبر (رن) بنیں تو بریلی والوں کی جیت ہے؟" عرض کیا "جی حضور!" اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ "کل صبح جب بریلی کے لڑکے کھیلنے کے لیے چلیں تو انہیں جو مسلمان ہوں انہیں سکھادیا جائے کہ بسم اللہ پڑھ کر قدم بڑھائیں اور سیدھے ہاتھ کی انگلیوں پر چھنگلیا سے شروع کریں اور کٓهٰیٰعٓصٓ یہ پانچ حرف ہیں ہر حرف پڑھتے جائیں اور ایک ایک انگلی بند کرتے جائیں۔ پھر الٹے ہاتھ پر حٰمٓ عٓسٓقٓ یہ بھی پانچ حرف ہیں، ہر ہر حرف پڑھتے جائیں اور ایک ایک انگلی بند کرتے جائیں۔ جب دونوں مٹھیاں بند ہوجائیں تب سورۂ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ پڑھیں جب تَرْمِیْھِمْ پر پہنچیں تو اسی کو دس ۱۰ بار پڑھیں اور ہر بار سیدھے ہاتھ کی ایک ایک انگلی کھولے پھر اُلٹے ہاتھ کی یہاں تک دس ۱۰ بار تَرْمِیْھِمْ پڑھنے میں دسوں انگلیاں کھل جائیں گی۔ پھر بقیہ سورۃ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ پڑھ کر اپنی جگہ جاکر کھڑے ہوجائیں اور جو لڑکا گیند پھینکے اسے سکھادیں کہ ہر مرتبہ حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ پڑھ کر گیند پھینکے۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۶ رن بناکر میرٹھ کے وہ سب لڑکے آؤٹ ہوگئے جو نہ معلوم کہاں کہاں سے جیت کر آئے تھے۔

یہ تھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فنّ ریاضی کہیے یا کرامت کہ آپ نے ہمیشہ کے لیے ایک ایسا عمل عطا فرمادیا کہ اس عمل کے ذریعے ہر قسم کے مقابلوں میں فتح حاصل کی جاسکتی ہے۔ بعض عاملین نے اس پر یہ کہا کہ کسی بھی قیمت پر میرٹھ والوں کے سولہ ۱۶ رن سے زیادہ بن ہی نہیں سکتے تھے، کیونکہ اس عمل میں بھی ایک عجیب فلسفہ اور حکمت ہے۔ کٓهٰیٰعٓصٓ میں پانچ حروف ہیں حٰمٓ عٓسٓقٓ میں پانچ حروف ہیں اور تَرْمِیْھِمْ میں چھ ۶ حرف ہیں اس طرح کل ملاکر سولہ ۱۶ حرف ہوئے۔ لہٰذا سولہ ۱۶ رن سے آگے بڑھنا اور اس سے کم ہونا ناممکن تھا۔

(ماخوذ: شمع شبستانِ رضا، حصہ سوم، مرتبہ اقبال احمد نوری، ص ۴۸، رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور)

دور و نزدیک سے

قارئین معارف رضا کے خطوط اور ای میل

محمد امجد قادری سروانی (سیالکوٹ)

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالبِ خیریت الحمد للہِ بخیر و عافیت! حضورِ والا! گزارشِ احوال یہ ہے کہ ہمیں رضا اسلامک لائبریری کے لیے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی مندرجہ ذیل کُتب درکار ہیں:

۱۔ خلفائے محدّث بریلوی
۲۔ اردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی
۳۔ دو مجدد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بلوچستان میں
۵۔ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ اور علمِ صوتیات

ادعیۂ صالحہ میں یاد رکھیے گا۔

محمد شفیع نقشبندی (کوئٹہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! مجھے معارفِ رضا کے درجِ ذیل شمارہ خاص / سالناموں کی ضرورت ہے۔ برائے مہربانی درج ذیل پتے پر بذریعہ وی پی پارسل بھجوا کر مشکور فرمائیں۔ نیز اگر ممکن ہو تو اعلیٰ حضرت کی تصانیف جو آپ کے ادارے میں موجود ہیں کی ایک فہرست بھی بھجوا کر مشکور فرمائیں تاکہ بوقت ضرورت مطلوبہ کتب منگوائی جاسکیں۔ کتابوں کی قیمت بھی فہرست میں درج فرمائیں:

۱۔ معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۰۹ء ۲۔ معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۱۰ء

محمد طفیل قادری (اسلام آباد)

عرصہ ہوا آپ سے بظاہر بذریعہ خط و کتابت رابطہ نہیں کرسکا۔ اس کی دو ایک وجوہات تھیں۔ سب سے اہم وجہ تو آپ جناب کی علالت دوسری وجہ آپ کے آرام کے لیے خط وغیرہ نہ لکھا کہ آپ Disturb نہ ہوں۔ البتہ دلی اور روحانی رابطہ الحمد اللہ ہر وقت ہے۔ برادرم فیصل احمد صاحب سے آپ کی خیریت اور آپ کی شفقت بھری دعائیں ملتی رہتی ہیں۔ پھر کبھی کبھی آپ کے دولت خانے پر خود فون کرکے آپ کی خیریت معلوم کرلیتا ہوں۔ آپ کے آستانے پر فون کرتے ہوئے پہلے ہی اہلِ خانہ سے درخواست کرتا کہ صرف سید صاحب کی خیریت کا پتہ کرنا ہے وہ آپ کو فون کے لیے زحمت نہ فرمائیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس فقیر کو اس طرح خاموشی اور روحانی رابطے سے دل کو سکون میسر آجاتا ہے۔

ماہ فروری اور مارچ میں اس ناچیز کا دل بہت کرتا رہا کہ کراچی جاؤں اور ادارے کے ساتھ ساتھ آپ کے دیدار کی سعادت بھی حاصل ہوجائے مگر کراچی کے حالات کی وجہ سے نہ آسکا۔ میرے ساتھی برادرم محمد رفیق مجاہد آپ کی علالت پر بہت زیادہ مغموم ہوگئے تھے نومبر ۲۰۱۰ء میں مجاہد صاحب اپنی اولین فرصت میں کراچی آکر آپ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ وہ فرماتے تھے ''طفیل بھائی! شاہ صاحب کافی عرصے سے علیل ہیں ہمیں کراچی جاکر شاہ صاحب کی تیمار داری کرنا چاہیے۔'' یہ بات نومبر ۲۰۱۰ء میں ہوئی تھی۔ میں نے بطور مشورہ ان سے درخواست کی کہ فروری/مارچ میں ادارے کی سالانہ کانفرنس پر چلیں گے، مگر ہمارا اکٹھا آنا ہی قسمت میں نہ تھا کہ ۲۳ دسمبر ۲۰۱۰ء کو صرف ۸ یا ۱۰ دن مجاہد صاحب بیمار ہوئے اور خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے نمازِ جنازہ اور دسویں اور چہلم کے ختم پر حاضری کے لیے مجاہد صاحب کے دولت خانے پر حاضری دی۔ مجاہد صاحب کے چاہنے والوں کو جہانِ رضا میں اس ناچیز کے خط کے ذریعے اطلاع ہوئی۔ ابھی تک مجاہد صاحب کی تعزیت کے لیے فون آرہے ہیں۔

آپ کی علالت پر دل بہت پریشان ضرور ہوا لیکن آپ سے نسبت اولیاء اللہ سے چاہت کے رشتے اس فقیر کو حوصلہ دیتے اور آپ کی صحت یابی کے لیے دعاؤں کے لیے ایک ایک بھائی اور علما حضرات سے درخواست کی۔ ان سب احباب نے اس ناچیز کی درخواست پر عاجزانہ دعائیں فرمائیں۔ الحمد اللہ آپ کی صحت یابی کا سن کر اللہ کے حضور سجدۂ شکر بھی ادا کرنے کا موقع ملا۔

ہر معارف رضا میں آپ کے مضامین کو آنکھیں تلاش کرتی ہیں اور محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری دامت برکاتہم العالیہ بھی اس ماہ معارفِ رضا میں اداریہ نہ لکھ پائے۔ ماشاء اللہ پروفیسر دلاور خاں صاحب نے اداریہ لکھا۔

آپ جناب ماضی قریب میں بنگلہ دیش تشریف لے گئے۔ پھر حال ہی میں محترم المقام جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب بھی بنگلہ دیش تشریف لے گئے۔ آپ احباب کے ان دوروں سے بھی دل کو روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ الحمد اللہ ہمارے مسالک کی تحقیقی جدوجہد دن بدن کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہے اور الحمد اللہ میرے محترم علما پرچم حق کو سربلند رکھے ہوئے ہیں۔

منظومات

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

تضمینِ نعت

جو ذوقِ نعتِ رضا کا سراغ لے کے چلے
وہ اپنے سینے میں بخشش کا باغ لے کے چلے
لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

ثنائے خواجہ سے بھی کوئی کام بڑھ کر ہے
سلامِ روضہ سے بھی کوئی کام بڑھ کر ہے
حضورِ طیبہ سے بھی کوئی کام بڑھ کر ہے
کہ جھوٹے حیلۂ مکر و فراغ لے کے چلے

مدینہ مرکزِ سب این و آں ہے، وہ سن لیں
مدینہ سارے جہاں کی اماں ہے، وہ سن لیں
مدینہ جانِ جنان و جہاں ہے وہ سن لیں
جنہیں جنونِ جناں سوئے زاغ لے کے چلے

ترا صحیفۂ اکمل اتم ہے راہِ ھدیٰ
ترا طریقۂ اجمل انعم ہے راہِ وفا
ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ چراغ لے کے چلے

اماں بنے گی محبّانِ چار یار کی قبر
مکاں بنے گی محبّانِ چار یار کی قبر
جناں بنے گی محبّانِ چار یار کی قبر
جو اپنے سینے میں یہ چار باغ لے کے چلے

جو دین فرنگ کو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے
حرم بتوں کو جو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے
جو دین کوّوں کو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے
کلاغ لے کے چلے یا الاغ لے کے چلے

کلام: امام احمد رضا تضمین نگار: سید وجاہت رسول قادری، کراچی ۱۹؍ فروری ۲۰۱۱ء (تاریخ ولادت ۲۷ جمادی الدولیٰ ۱۳۵۸ھ / ۱۶ جولائی ۱۹۳۹ء)۔ وجاہت صاحب کی وصیت ہے کہ درج بالا نعت و تضمین کے ابتدائی شعر کو "میری قبر کے کتبے پر لکھا جائے"۔

ایک تاثراتی نظم

خوش خُلقی واحسان کا پیکر تھا وہ اک شخص
درویش طبیعت تھا قلندر تھا وہ اک شخص

اک عمر گزاری تھی جہاں لوگوں میں اس نے
کہتے ہیں وہ اک پیکرِ خوشتر تھا وہ اک شخص

گفتار میں کردار میں اطوار میں دیکھو
اک تابندہ ستارہ تھا، منوّر تھا وہ اِک شخص

دلاویز تبسّم سے دمکتا ہوا چہرہ
روتوں کو ہنساتا وہ، دلبر تھا وہ اک شخص

غم کھا کے بھی ہنستا تھا ہنساتا تھا سبھی کو
حق بات ہی کہتا تھا، قلندر تھا وہ اک شخص

نفرت سے گریزاں تھا محبت کا امیں تھا
اللہ سے ڈر، خوف کا مظہر تھا وہ اِک شخص

اس دورِ فتن خیز میں ایسا بھی تھا کوئی
جھکتا تھا نہ بکتا تھا وہ افسر تھا وہ اک شخص

غم خوار تھا خوشبوئے معطر تھی طبیعت
ہر خورد و کلاں کے لیے عنبر تھا وہ اِک شخص

تاباں یہ دعا ہے بطفیلِ شہِ کوثر (صلی اللہ علیہ وسلم)
حق بخشے عجب مردِ قلندر تھا وہ اِک شخص

(نتیجۂ فکر سید وجاہت رسول قادری عفی عنہ، کراچی، ۲۹؍ جنوری، ۲۰۱۱ء)
اپنے برادر نسبتی سید محمد خالد (وفات ۲۷ جنوری ۲۰۱۱ء) ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر جنرل بلوچستان کے انتقال پُر ملال پر یہ تاثراتی نظم تحریر کی۔

ع ع ع ع ع

فہرستِ کتب ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

نام کتاب	مصنف / مرتب	صفحات	قیمت (روپے)	قیمت (ڈالر)
نزولِ آیاتِ فرقان۔و۔ معین مبین	امام احمد رضا خاں، ترتیب: مولانا محمد حنیف خاں رضوی	104	60/-	4$
مولانا نقی علی خاں۔ حیات وعلمی کارنامے	ڈاکٹر محمد حسن قادری (ڈاکٹریٹ مقالہ)	225	160/-	5$
مکتوباتِ مسعودی	عبدالستار نقشبندی	598	400/-	15$
تذکرۂ اراکینِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	184	80/-	6$
۲۵ سالہ تاریخ وکارکردگی ادارہ	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	56	25/-	2$
مختصر تعارف، مطبوعات وکارکردگی ادارہ	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	56	25/-	2$
خلفائے محدثِ بریلوی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	156	100/-	5$
امام احمد رضا کی انشا پردازی	ڈاکٹر غلام غوث قادری	136	100/-	7$
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا۔ ایک تعارف	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	56	40/-	2$
اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی اور علمائے کوٹلی	پروفیسر مجیب احمد	64	60/-	4$
جدید طریقۂ نعت خوانی تعلیماتِ رضا کی روشنی میں	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	16	20/-	2$
اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	80	50/-	2$
اشاریہ سالنامہ معارفِ رضا ۱۹۸۱ء تا ۲۰۰۶ء	مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری	64	100/-	2$
رضویات۔ نئے تحقیقی تناظر میں	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اور دیگر	160	150/-	10$
اردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (ڈاکٹریٹ مقالہ)	680	400/-	15$
دو مجدد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	96	60/-	3$
لال قلعہ سے لال مسجد تک	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	64	50/-	2$
تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق	سلیم اللہ جندران	174	150/-	10$
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بلوچستان میں	پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر	64	50/-	4$
امام احمد رضا اور علم صوتیات	ڈاکٹر محمد مالک	64	50/-	4$
الامام أحمد رضا خاں وأثرہ فی الفقہ الحنفی	علامہ مشتاق احمد شاہ الأزہری	400	500/-	18$
النثر الفنی	قاضی السید عتیق الرحمن شاہ بخاری	165	250/-	8$
ثلاث رسائل فی التکافل الاجتماع	امام احمد رضا خاں: ترجمہ: الشیخ انوار احمد البغدادی	150	150/-	5$
حیاۃ الامام أحمد رضا	محمد اسلم رضا	55	70/-	7$
EMBRYOLOGY	Ahmad Raza, Transltion: Khursheed Ahmed	55	48/-	4$
Hussam-Ul-Haramain	Ahmad Raza, Transltion: Bashir Hussain	155	100/-	5$

معارفِ رضا سالنامہ و مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی

نام کتاب	مدیرِ اعلیٰ / مدیر	صفحات	قیمت (روپے)	قیمت (ڈالر)
معارفِ رضا سالنامہ (اردو) 2005ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	380	200/-	8$
معارفِ رضا سالنامہ (اردو) 2006ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	255	150/-	6$
معارفِ رضا سالنامہ (اردو) 2007ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	290	180/-	7$
معارفِ رضا سالنامہ (اردو) 2009ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	380	250/-	10$
معارفِ رضا سالنامہ (اردو) 2010ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	390	350/-	13$
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) 2005ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	230	150/-	6$
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) 2007ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	88	150/-	6$
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) 2008ء	صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری	160	150/-	6$
Marif-e-Raza (English) 2009	Syed Wajahat Rasool Qadri, Prof. Dr. Majeed Ullaha Qadri	144	150/-	6$
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2005ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	72	50/-	2$
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2007ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	98	50/-	2$
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2008ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	96	50/-	2$
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2010ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	40	50/-	2$
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2011ء	سیّد وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	40	50/-	2$